ماہ صفر اور ہمارا رویہ

ہر قسم کے بد عقیدے کو جڑ سے ختم کرنے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ہمارا دین قرار دیا ہے۔لیکن اُس کے باوجود مسلمانوں میں بعض عقائد ایسے در آئے ہیں جن کا روح اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔طرح طرح کی رسمیں اور رواج معاشرے میں دیکھنے کو ملتے ہیں جن کے پس منظر میں وہی جاہلیت کے مخصوص نظریات کارفرما نظر آتے ہیں۔

ماہِ صفر کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔لوگ اس مہینے کو باعث نحوست سمجھتے ہوئے طرح طرح کے خدشات کا شکار رہیں۔شادی بیاہ کا معاملہ ہو یا اس مہینے میں بیماریوں سے بچنے کے لیے مخصوص طرز عمل اختیار کرنے کی بات،عوام غیر معتاد قول وعمل سے بدشگونی کشید کرتے نظر آتے ہیں،حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے دوٹوک انداز میں اس جاہلانہ عقیدے کی تردید فرمادی ہے:

((لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر .))

(صحيح بخاري، رقم الحديث: ٥٧٠٧)

”کوئی بیماری (مشیت الٰہی کے بغیر) متعدی نہیں ہوتی، بدشگونی لینا (جائز) نہیں ہے۔الو کی نحوست اور ماہ صفر کی نحوست کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔“

اہل کتاب کے ساتھ مکالمے کا اسلوب (۱)

اہل کتاب کے ساتھ مکالمے کا ایک ہی اسلوب نہیں ہے۔ قرآنِ مجید میں اس بات کا خوب اہتمام کیا گیا ہے کہ جس سے کلام کیا جارہا ہے اُس کی خصوصیات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید میں مختلف لوگوں کے لیے مختلف اسلوب اختیار ہوئے ہیں:

(الف) بغیر تمہید کے اسلام کی طرف دعوت دینا اور شرک کا ابطال کرنا۔ اس کی مثال مذکورہ بالا آیت میں گزر چکی ہے۔

(ب) تذکیری اسلوب جیسے سورۂ بقرہ کی آیت ۴۷ میں بیان ہوا ہے:

﴿یٰبَنِیٓ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَ اَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ﴾ [البقرة: ٤٧]

''اے بنی اسرائیل! میری اُس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی اور میں نے تمھیں تمام جہانوں پر فضیلت دی۔''

(ج) خوشخبری اور ڈراوے والا اسلوب جیسے سورۂ مائدہ میں مذکور ہوا ہے:

﴿وَ لَوۡ اَنَّ اَہۡلَ الۡکِتٰبِ اٰمَنُوۡا وَ اتَّقَوۡا لَکَفَّرۡنَا عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ وَ لَاَدۡخَلۡنٰہُمۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ ۝ وَ لَوۡ اَنَّہُمۡ اَقَامُوا التَّوۡرٰىۃَ وَ الۡاِنۡجِیۡلَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡہِمۡ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ لَاَکَلُوۡا مِنۡ فَوۡقِہِمۡ وَ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِہِمۡ ؕ مِنۡہُمۡ اُمَّۃٌ مُّقۡتَصِدَۃٌ ؕ وَ کَثِیۡرٌ مِّنۡہُمۡ سَآءَ مَا یَعۡمَلُوۡنَ ۝﴾ [المائدة: ٦٥، ٦٦]

''اور اگر یہ اہل کتاب ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان کی تمام برائیاں معاف فرما دیتے اور ضرور انھیں راحت و آرام کی جنتوں میں لے جاتے۔ اور اگر یہ لوگ تورات و انجیل اور ان کی جانب جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے، ان کے پورے پابند رہتے تو یہ لوگ اپنے اوپر سے اور نیچے سے روزیاں پاتے اور کھاتے، ایک جماعت تو ان میں سے درمیانہ روش کی ہے، باقی ان میں سے بہت سے لوگوں کے برے اعمال ہیں۔''

(د) اسلوب انکار جیسے:

﴿یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ لِمَ تَلۡبِسُوۡنَ الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ وَ تَکۡتُمُوۡنَ الۡحَقَّ وَ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝﴾ [آلِ عمران: ٧١]

''اے اہل کتاب! تم (باوجود قائل ہونے کے پھر بھی) دانستہ اللہ کی آیات کا کیوں کفر کر رہے ہو؟ اے اہل کتاب! باوجود جاننے کے حق و باطل کو کیوں خلط ملط کر رہے ہو اور کیوں حق کو چھپا رہے ہو؟''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف

سرپرست
مولانا ابوبکر صدیق السلفی

11 صفر المظفر 1433ھ جمعة المبارک 06 تا 12 جنوری 2012ء

مسلک اہلحدیث کا داعی وترجمان
ہفت روزہ
الاعتصام
لاہور
یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

شمارہ 01 جلد 64

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور
فون نمبر : 042-3735 4406
فیکس نمبر : 042-37229802
رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	12/- روپے
سالانہ	:	500/- روپے
بیرونی ممالک سے	:	200/- ریال
		60/- ڈالر امریکی

E-Mail:al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

حال چال

حافظ احمد شاکر

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے پایاں احسان ہے کہ اس کی دی ہوئی نعمتوں: وقت، صحت اور ہمت کو ہم اس ہی کی توفیق سے کام میں لا کر اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات بنی نوع انسان تک مثبت انداز میں پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں، نیز مسلمانوں کو طاغوت کی سازشوں سے اپنے علم کی حد تک آگاہ کرنے کی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں اور عامۃ المسلمین کی کوتاہ عملی کی نشان دہی کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن وسنت کی روشن تعلیمات اور سلف صالحین کے آثار ان تک پہنچا کر صراطِ مستقیم کی راہ نمائی کرنے اور اپنا حق تبلیغ ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ السعي منا والإتمام من الله۔ الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لو لا أن هدانا الله .

الاعتصام اپنی عمر کے تریسٹھ سال پورے کر کے چونسٹھویں سال کی ابتدا کر رہا ہے۔ الحمد لله الذی وفقنا لما یحب ویرضاه .

الاعتصام کی داستانِ حیات ہمیشہ نظر نواز کی جاتی ہے کہ ہر نئے سال کے شروع میں ہم قارئین کو گزرے سال کی کارکردگی بھی بتاتے ہیں اور اگلے سال کے منصوبوں کا اظہار بھی ان کے سامنے بے باکی سے کر دیتے ہیں کہ الاعتصام کے حوالے سے قارئین ہمارے غم گسار بھی ہوتے ہیں اور بتوفیقہ تعالیٰ مددگار بھی۔

الاعتصام کے سلسلہ تفسیر قرآن کے سلسلہ میں گزشتہ سال مولانا اثری حفظہ اللہ کی تفسیر سورۂ ق شروع کی تھی اس کے ختم ہونے کے بعد جب مولانا حفظہ اللہ سے دوبارہ درخواست کی گئی تو انھوں نے سورۂ فاطر کی مکمل تفسیر بھی عطا فرما دی جس سے قارئین الاعتصام سال بھر مستفید ہوتے رہے۔ اب انھوں نے سورۂ یٰس کی تفسیر بھی عنایت فرما دی ہے جو کہ بفضلہٖ تعالیٰ گزشتہ جلد کے شمارہ ۴۸ سے شروع ہو چکی ہے۔

درس حدیث کے طور پر پورا سال نواب صدیق حسن رحمہ اللہ کی توفیق الباری شرح الادب المفرد للبخاری گزشتہ سال چلتی رہی اور اب قریب الاختتام ہے جس کی تہذیب وتنقیح کی ذمہ داری دارالدعوۃ کی مجلس عاملہ کے رکن حافظ محمد اشرف سعید حفظہ اللہ ادا کر رہے ہیں۔

فتاویٰ میں شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ عفیف حفظہ اللہ کا تعاون ہمیں بدستور میسر رہا۔ وہ نہ صرف آمدہ سوالات کے مفصل ومدلل جوابات سے نوازتے رہے بلکہ ہر منگل کے روز ظہر کے بعد بنفس نفیس دفتر الاعتصام میں تشریف بھی لاتے رہے۔

چند سال قبل الاعتصام میں محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری کی فہرست طبع کرنی شروع کی تھی۔ عربی حصے کی فہرست تو طبع ہو چکی تھی پھر اردو لائبریری کی فہرست شروع کی تھی لیکن افسوس کہ یہ اپریل ۲۰۰۹ء یعنی جلد نمبر ۶۱ کے شمارہ نمبر ۱۵ کے بعد اس کی طباعت جاری نہ رہ سکی۔ نئے سال سے اس کی باقاعدہ اشاعت شروع کرنے کا پھر ارادہ ہے۔ ان شاء اللہ

ایسے ہی نئے سال سے الاعتصام میں "آثار حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ" کے نام سے مولانا رحمہ اللہ کی تحریرات شائع کرنے کا پروگرام بھی ہے ان کے نئے پرانے تمام مقالات ومضامین، درسِ قرآن دروسِ حدیث وغیرہ شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس کی ابتدا ہم پہلے شمارے میں ان کے جاری کردہ ایک علمی ماہنامے "رحیق" میں ان کے لکھے اداریے بہ عنوان "جرعات" سے کر رہے ہیں۔ کوشش کی جائے گی کہ ہر "جرعات" کا پس منظر بھی بیان کیا جائے، وبیدہ الأمر۔

قارئین کے لیے شاید یہ بات باعث مسرت ہوگی کہ مولانا رحمہ اللہ کے تخریج سے مرصع اور ترتیب سے مزین فتاویٰ جات طباعت کے لیے پریس جا چکے ہیں۔

دارالدعوۃ کی المجلس العلمی السّلفی کے تحت تحقیق، تصنیف، تالیف اور نشر واشاعت کا کام بھی بفضلہٖ تعالیٰ کچھ نہ کچھ جاری رہتا ہے۔ ہم محبان دارالدعوۃ

کواس کی علمی وطباعتی سرگرمیوں سے باخبر رکھنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ''تنقیح الرواۃ'' دارالدعوۃ کی ایک اہم کتاب ہے جو جیسا کہ نام سے ظاہر ہے مشکوٰۃ میں آمدہ احادیث کی تخریج ہے۔ تنقیح الرواۃ کے فاضل مصنف رحمہ اللہ نے تنقیح الرواۃ میں تخریج کرتے وقت ''أخرجه'' کہہ کر دیگر کتب کے نام تو دے دیئے لیکن تخریج کی مروّجہ ہیئت' یعنی باب اور کتاب کا نام یا حدیث کا نمبر وغیرہ' نہ ہونے سے اس کی افادیت بہت کم رہ جاتی تھی۔ دارالدعوۃ کی مجلس عاملہ نے محترم مولانا ارشادالحق اثری حفظہ اللہ...... رکن مجلس عاملہ ومجلس ادارت ہفت روزہ الاعتصام...... ومحترم مولانا حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ...... رکن مجلس عاملہ ...... کے مشورہ ونگرانی میں تنقیح الرواۃ میں مذکورہ حوالوں کی تخریج کا کام شروع کردیا ہے۔ اس کام میں مطلوبہ کتب کی کمی کے باعث اگرچہ اس کی رفتار تیز نہیں لیکن کام پھر بھی بہرحال جاری ہے فی الحال ہمارے ایک فاضل رفیق اس کام میں مصروف ہیں تاہم مزید اہل علم کی خدمات من جانب اللہ توفیق میسر ہونے پر حاصل کرنے کا ارادہ ہے۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ وہ دارالدعوۃ کے علمی منصوبوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ بانی رحمہ اللہ نے حدیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خدمت واشاعت کا جو پودا لگایا ہے اور محبین دارالدعوۃ السّلفیہ جس کی آبیاری کررہے ہیں وہ جلد ثمرآور ہو۔

دارالدعوۃ کا ایک اہم شعبہ محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری ہے۔ دومنزلیں ...... ایک عربی کتب اور ایک اردو...... کتابوں سے کھچا کھچ بھر چکی ہیں کتابوں کے ڈھیر جگہ کی تنگ دامانی کے شکوہ کناں ہیں۔ انھی دنوں لاہور کے ایک اہم خاندان نے لائبریری کو اپنا ذخیرہ کتب عطا فرمایا ہے۔ جس کی فہرست مرتب کرکے شائع کی جائے گی۔ اس کے علاوہ دارالدعوۃ السّلفیہ کے ایک محسن اور الاعتصام کے ایک محبّ مخلص خاندان نے اپنا کتب خانہ محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری کو ہدیہ کرنے کی پیش کش بھی کی ہے لیکن جگہ کی تنگ دامانی آڑے آرہی ہے۔ وما ذلك على الله بعزيز

لائبریری کی تنظیم وتنسیق کے لیے لائبریری میں خدمت کے جذبے سے معمور ایک رفیق کو شریک کار کیا ہے۔ جن کے آنے سے عربی حصے کی عربی کتب کو الماریوں سے نکال کر ان کی صفائی بھی ہوچکی ہے، کیڑے مکوڑوں سے بچاؤ کے لے انتظام بھی کردیا گیا ہے جو اہل علم کی بہتر سے بہتر انداز میں خدمت کرنے کی کوششوں کا حصہ ہے۔ بفضلہ تعالیٰ لائبریری اور اس کے رفقاء کار پاکستان کی بہت سی یونیورسٹیوں خصوصاً پنجاب یونیورسٹی اور جی سی یونیورسٹی کے طلباء وطالبات کی بہ طیب خاطر خدمت کرنے میں مشغول رہتے ہیں ہمارے دو فاضل رفیق مولانا عبدالرحمان اور مولانا عبدالرحیم طلباء وطالبات کی علمی وفکری راہ نمائی کے لیے ہر دم مستعد رہتے ہیں۔

قارئین کرام جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ دارالدعوۃ السّلفیہ...... مدرسہ مصباح القرآن، الاعتصام، محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری اور المجلس العلمی السّلفی ...... ایک وقف ادارہ ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل خاص، بانی رحمہ اللہ کی حسن نیت، ان کے تلامذہ ونیازمندوں کے جذبہ تعاون کے ساتھ بانی رحمہ اللہ کے طے کردہ نقوش پر...... اگرچہ...... دھیرے دھیرے چل رہا ہے آپ اس پر یقین فرمائیں کہ بانی رحمہ اللہ کے تلامذہ اور معاونین کے لیے یہ ایسا صدقہ جاریہ ہے جس کی بشارت نبی ﷺ نے اپنے ارشاد ''وعلم ينتفع به''...... نفع دینے والا علم...... کے ذریعے دی ہے۔

ہمارے الاعتصام اور دارالدعوۃ کے رفقائے کار بہت کم اعزازیوں پر خالص جذبہ تبلیغ کے ساتھ یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ مہنگائی کے اژدھے کی پھنکار نے بڑوں بڑوں کو دہلا دیا ہے۔ یہ رفقاء قوت لایموت پر بڑے اخلاص کے ساتھ نبھاہ کررہے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے علم، عمل اور عمر میں برکت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ تاہم کمر توڑ مہنگائی کے باعث دارالدعوۃ کی مجلس عاملہ نے دارالدعوۃ اور الاعتصام کے جملہ رفقاء کار کے اعزازیوں میں بیس فیصد اضافہ کرکے حسب توفیق اشک شوئی کرنے کی سعی کی ہے۔ گزرے ہوئے رمضان میں احباب نے حسب سابق تجدید محبت فرمائی یعنی تعاون کی درخواست کو شرف قبولیت فرماتے ہوئے بھرپور تعاون سے نوازا ہے۔ خصوصاً صدر گرامی مولانا ابوبکر صدیق السّلفی حفظہ اللہ اپنے تمام تعلقات اور تعارف دارالدعوۃ کے کام میں لے آئے اور خوب لائے۔ تقبل الله جهودهم وجعل الله سعيهم مشكورا .

درس قرآن

قسط نمبر ۴

تفسیر سورۂ یٰس

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿ یٰسٓ ٥ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ٥ ﴾ [یٰسٓ: ۱، ۲]

''یس۔اس حکمت بھرے قرآن کی قسم۔''

﴿یٰسٓ﴾ یہ حروف مقطعات ہیں۔قرآنِ مجید کی ۲۹ سورتوں کا آغاز انھی حروف مقطعات سے ہوتا ہے جنھیں علیحدہ اور جدا جدا کر کے پڑھا جاتا ہے۔سورتوں کی ابتدا میں ان حروف کے بارے میں اہل علم کے آراء مختلف ہیں جن کی ضروری تفصیل ہم سورۂ ق کی تفسیر میں بیان کر آئے ہیں، شائقین اس پر ایک نگاہ ڈال لیں۔

امام رازی نے فرمایا ہے کہ حروف مقطعات بعض سورتوں میں صرف ایک حرف پر مشتمل ہیں، بعض میں دو پر، بعض میں تین اور تین سے زائد پانچ حروف تک اور حروف تہجی میں سے بھی بعض حروف کو ہی ان ہروف مقطعات میں ذکر کیا ہے، مثلاً: ''س'' کو ذکر کیا ہے ''ش'' کو ذکر نہیں کیا۔ ''ص'' کو ذکر کیا ہے ''ض'' کو ذکر نہیں کیا۔اسی طرح ''ط،ع'' کو ذکر کیا ہے ''ظ'' اور ''غ'' کو ذکر نہیں کیا تو اس تخصیص کی صحیح حکمت تو اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے یا جسے اللہ تعالیٰ نے اس کا علم عطا فرمایا ہے وہ جانتا ہے۔

ہم تو یوں سمجھتے ہیں کہ عبادات بعض ''قلبی'' ہیں، بعض ''لسانی'' ہیں اور بعض جوارح اور اعضاء سے متعلق ہیں۔ اور ان تمام عبادات کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس کی حقیقت وحکمت عقل سے معلوم ہو جاتی ہے، دوسری وہ جس کی حکمت کا کوئی علم نہیں ہو پاتا، چنانچہ اعتقادی طور پر جس کا تعلق دل سے ہے ان میں توحید باری تعالیٰ اور اس کے قادر مطلق ہونے، نبی اور نبی کی صداقت کو ہم عقل سے جان سکتے ہیں۔مگر پل صراط، جو بال سے باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا اس سے مومنین گزر جائیں گے۔ اسی طرح میزان میں اعمال کا وزن ہونا، حالانکہ دیکھنے والے کو تو اعمال کا کوئی وزن اور ثقل نظر نہیں آتا۔ اسی طرح جنت اور دوزخ کی تفصیلات کو عقل سے نہیں جان سکتے۔اسی طرح اعمالِ جوارح میں سے بعض کی حکمت سمجھ آتی ہے بعض کی سمجھ نہیں آتی۔ اللہ کی بندگی کے لیے اس کی عبادت ہونی چاہیے مگر نماز کی تعداد وتعیین، زکاۃ کا نصاب، حج کی بعض مخصوص ادائیں جیسے رمی جمار، سعی اور اضطباع کی حکمت وحقیقت سمجھنے سے عقل قاصر ہے۔ اسی طرح عبادات لسانیہ ہیں۔تسبیح وتحمید اور قرآنِ مجید کی تلاوت ہے۔ ہم بہت سی آیات کے معانی ومطالب کو عقل سے سمجھ سکتے ہیں۔مگر حروف مقطعات کے مطالب عقل سے نہیں سمجھ سکتے۔جن امور کے مطالب ہم سمجھنے سے قاصر ہیں ان سے مقصود محض عبودیت کا اظہار واقرار ہے۔ بہرحال حروف مقطعات جیسے لکھے ہیں اسی طرح پڑھنے مطلوب ومقصود ہیں اور باعث اجر وثواب ہیں، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من قرأ حرفاً من كتاب الله فلهٗ به حسنة ، والحسنة بعشر أمثالها . لا أقول: "الم" حرف، ولكن ألف حرف ، و لام حرف ، وميم حرف .)) (ترمذي، رقم: ۲۹۱۰)

''جو اللہ کی کتاب سے ایک حرف پڑھتا ہے اسے ایک نیکی ملتی ہے اور ایک نیکی کا دس گنا درجہ ہے۔ میں نہیں کہتا: ''الم'' ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے، اور میم ایک حرف ہے۔''

اس لیے ہم ان حروف کو اسی طرح پڑھنے کے مکلّف ہیں۔ہم تمام امور کی حقیقت اور اس کا فلسفہ سمجھنے کے مکلّف نہیں۔عبدیت کا بس یہی تقاضا ہے کہ ہم حکم کی بجا آوری کریں۔

﴿یٰسٓ﴾ کا مفہوم:

اس حقیقت کے باوصف بعض مفسرین نے اس کا مفہوم بیان کیا

ہے، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، عکرمہ، ضحاک، حسن بصری اور سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ یٰسٓ کے معنی "یا إنسان" ہے۔ عکرمہ اور سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ لغت حبشہ میں یہی مفہوم ہے۔ (ابن کثیر، ابن جریر وغیرہ)

محمد بن حنیفہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد "یا محمد" ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مصداق ہیں۔ ابوبکر لوراق نے کہا ہے کہ مراد "یا سیّد البشر" ہے۔ (ابن أبي شیبة، بیهقي، ابن المنذر، قرطبي، الدر المنثور: ۵/۲۵۸)

زید بن اسلم اور امام مالک کا خیال ہے کہ "یٰسٓ" اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ حضرت ابن عباس سے بھی ایک قول یہی ہے کہ "یٰسٓ" اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور اللہ نے اس کی قسم کھائی ہے۔ (ابن جریر، ابن کثیر)

اسی سے امام مالک نے فرمایا ہے کہ "یٰسٓ" کسی انسان کا نام رکھنا مناسب نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ چونکہ "یٰسٓ" اللہ تعالیٰ کے ان ناموں میں سے ہے جس کے معنی معلوم نہیں، ممکن ہے کہ اس کا معنی ایسا ہو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہو، اس لیے کسی انسان کو یہ نام رکھنے کی جرات نہیں کرنی چاہیے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے وہ نام تو رکھے جاسکتے ہیں جن کے معنی معلوم ہیں، جیسے عالم، قادر، مرید اور متکلم وغیرہ ہیں۔ رہی یہ بات کہ قرآنِ مجید میں جو ﴿سلام علی ال یاسین﴾ [الصافات: ۱۳۰] ہے تو اس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ یہ حروف سے مرکب ہے، حروف تہجی اور مقطعات پر مشتمل نہیں۔ گویا امام مالک نے "یٰسٓ" نام رکھنے سے منع کیا ہے، "الیاس" یا "آل یاسین" رکھنے سے منع نہیں کیا۔ (قرطبی)

بعض نے ﴿سلام علی ال یاسین﴾ [الصافات: ۱۳۰] میں آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد لی ہے۔ مگر یہ قرآن پاک کے سیاق کلام کے ہی منافی ہے۔ جیسا کہ تفصیلاً علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر (۱۵/ ۱۱۸) میں وضاحت کردی ہے۔

امام قتادۃ کا خیال ہے کہ قرآنِ مجید میں تمام حروف مقطعات قرآنِ مجید کے نام ہیں۔ (ابن جریر وغیرہ)

چنانچہ "یٰسٓ" سورت کا نام ہے جیسے "طٰہٰ" اور "قٓ" سورتوں کے نام ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہے۔ بلکہ اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت علامہ ماوردی نے ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں سات نام رکھے ہیں، اور بعض نے روایت کیا ہے کہ دس نام رکھے ہیں، ان میں "طٰہٰ" اور "یٰسٓ" میرے نام ہیں۔ مگر اس قسم کی کوئی روایت قابل اعتبار نہیں۔

قاضی عیاض نے ابوبکر محمد بن حسن بن احمد نقاش بغدادی سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی کے نام کی قسم نہیں کھائی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی تعظیم اور بزرگی ہے۔ (الشفاء، قرطبی)

مگر نقاش کذاب ہے۔ ابوالقاسم اللالکائی نے کہا ہے کہ نقاش کی تفسیر "شفاء الصدور" کا باعث نہیں بلکہ "إشقاء الصدور" کا باعث ہے۔ (میزان: ۳/۵۲۰)

اللہ تعالیٰ نے بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کی قسم کھائی۔ مگر "یٰسٓ" کو آپ کا اسم گرامی قرار دے کر اسے قسم کے معنی میں لینا کعب احبار کا بے سند قول ہے جسے قاضی عیاض نے نقل کیا ہے۔ بلکہ اس قول میں معنوی اشکال کی وجہ سے علامہ علی قاری اور علامہ خفاجی نے شرح الشفاء (۱/۱۹۱، ۱۹۲) میں کہا ہے کہ بہتر یہی ہے کعب احبار کے قول کو ضعیف قرار دیا جائے۔

زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ "یٰسٓ" میں علی حسب الاقوال "یا إنسان"، "یا سیّد البشر" اور "یا محمد" مراد ہے اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے۔ بعد کی آیت ﴿إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾ سے بھی کچھ اس کی تائید ہوتی ہے۔ علامہ آلوسی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کائنات میں بمنزلہ دل کے ہیں اور سورۂ یٰسٓ قرآن کا دل ہے۔ یہ کس قدر پیارا آغاز ہے کہ قرآن کے دل کو کائنات کے دل کے ذکر سے شروع کیا جارہا ہے۔ (روح المعاني: ۲۳/۵۹) واللہ أعلم

(۱)

جرعات

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

بامقصد اور بامعنی زندگی گزارنے کے خواہش مند انسان کے سامنے کچھ شخصیات قابل تقلید اور آئیڈیل ہوتی ہیں۔

الاعتصام کے قارئین بخوبی جانتے ہیں کہ بانی الاعتصام مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کی آئیڈیل شخصیت حضرت والا جاہ نواب صدیق حسن خان قنوجی رحمہ اللہ بایں وجہ تھے کہ نواب صاحب رحمہ اللہ کی زندگی تصنیف وتالیف اور دین کی نشر واشاعت سے عبارت تھی۔ مادی لحاظ سے تو مولانا اور نواب صاحب رحمہما اللہ کے مابین کوئی نسبت ہی نہ تھی لیکن جذبہ شاید اگر ان جیسا نہیں تو ان کے قریب قریب ضرور تھا۔ ۱۷، ۱۸ برس کی عمر میں مولانا رحمہ اللہ نے پہلا مضمون اخبار اہل حدیث امرتسر کے لیے لکھا، اس کے بعد حسب توفیق الٰہی مختلف اخبار و رسائل میں وہ مضامین تحریر فرماتے رہے۔ تعلیم کے آخری سالوں میں انھوں نے اپنے شیخ واستاذ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کے افادات مسئلہ رفع الیدین پر ''التحقیق الراسخ بأن أحادیث رفع الیدین لیس لها ناسخ'' کے نام سے مرتب کر کے شائع کر دیا۔ ۸۰ سال پہلے کی وہ کتاب دیکھ کر ان کے طباعتی ذوق کا اندازہ خوب ہوتا ہے جس میں ان کے عزائم وخواہشات کا عکس بھی نظر آتا ہے۔ اوائل عمر ہی میں اخبار اہل حدیث امرتسر انھوں نے دیکھا، اس سے استفادہ کیا اور اس میں لکھنا شروع کر دیا۔ جس سے جماعت سے رابطے اور اہل حدیث عوام تک مسائل دینیہ پہنچانے کے لیے ایک ہفت روزہ اخبار کی افادیت ان کے ذہن میں جاگزیں ہوگئی۔

مولانا امرتسری رحمہ اللہ کا کتب خانہ، پریس اور اخبار جب ۱۹۴۷ء کے ہنگاموں کی نذر ہوگیا اور جماعت اہل حدیث کا کوئی بھی جریدہ موجود نہ رہا تو ان دنوں انھوں نے وسائل نہ ہونے کے باوجود صرف جذبہ صادقہ کے تحت ہفت روزہ الاعتصام کے لیے گوجرانوالہ سے اجازت نامہ حاصل کیا۔ بے سروسامانی میں جاری ہونے والا الاعتصام بفضلہ تعالیٰ بغیر کسی تعطل کے آج تک مسلک حقہ کی نشر واشاعت میں مصروف ہے۔ ذلك فضل الله یؤتیه من یشاء۔

ایسے ہی اشاعتی اداروں میں علم ودین کی اشاعت کے لیے انھوں نے دار المصنّفین، اعظم گڑھ کو سنگ میل جانا۔ سب سے پہلے امام شوکانی رحمہ اللہ پر مختصر رسالہ مرتب کر کے انھوں نے فیروز پور سے، جہاں وہ مقیم تھے، شائع کیا، پھر لاہور آ کر انھوں نے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی ''الفوز الکبیر فی اصول التفسیر'' کو حواشی مزین کر کے، اور شاہ صاحب کی خودنوشت کی تعریب کر کے ''المکتبة السلفیة'' کی ابتدا کی۔ چونکہ ان کے ذہن میں دار المصنّفین، اعظم گڑھ کا خاکہ تھا اور ''دار المصنّفین'' سے پچھلی صدی کے اوائل ہی سے ایک علمی ودینی مجلّہ ''معارف'' کے نام سے جاری تھا۔ اس لیے مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کا دل بھی ایک علمی ماہنامے کی اشاعت کے لیے شدت سے ضرورت محسوس کر رہا تھا کہ پاکستان میں فتنہ انکارِ حدیث سر اٹھا رہا ہے اور تجدد پسند طبقہ اس کی بھرپور پشت پناہی کر رہا تھا اور علمی طور پر مثبت دلائل کے ساتھ ان پر نقد وجرح کا صحافتی لٹریچر مارکیٹ میں موجود نہیں تھا۔ اس لیے مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ نے اپریل ۱۹۵۶ء میں ''المکتبة السلفیة'' کے زیر اہتمام ''رحیق'' کے نام سے ایک علمی مجلّہ شروع کیا، جس کو علمی حلقوں میں بہت جلد اور بہت زیادہ پذیرائی ملی۔ یہ علمی رسالہ صرف ۳۰ مہینے جاری رہ سکا اور بالآخر ناقدریِ عالم کا شکار ہو کر میدانِ صحافت سے رخصت ہوگیا۔

مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ ''رحیق'' کا اداریہ ''جرعات'' کے نام سے تحریر فرمایا کرتے تھے۔ اب بعض احباب کی خواہش پر ان ''جرعات'' کو الاعتصام میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اداریے میں چونکہ ادارہ کے مقاصد کی وضاحت اور تازہ ترین حالات کے متعلق اظہار خیال کیا جاتا ہے، اس لیے ہم جس قدر ممکن ہوا ہر اداریے کے شروع میں اس کا پس منظر بیان کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔ پہلا اداریہ چونکہ افتتاحی تھا اس لیے اس کا پس منظر غرض کر دیا گیا ہے۔ (احمد شاکر)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ o اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ o اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ o صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ o غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ o اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا o قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ يُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا o مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا o لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ o مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ o وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ o اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

اللہ عزوجل نے کمال رافت ورحمت سے جن لوگوں کو قرآن حکیم اور حدیث شریف کا علم عنایت فرمایا ہے ان پر یہ بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، کہ وہ ان کو اللہ کے بندوں تک پہنچائیں، اور پھیلائیں۔ یہ تبلیغ واشاعت عمل سے بھی ہو اور وعظ وتذکیر سے بھی۔ درس وتدریس سے ہونی چاہیے، اور تصنیف وتالیف سے بھی۔ جس طریق سے ممکن ہو سکے، بہ ہرصورت ولولہ اور جذبہ کا ہونا ضروری ہے، وکل میسر لما خلق له .

ہمارے اس ملک میں، جو انقلاب ۱۹۴۷ء کے بعد ہندو پاک دوحصوں میں منقسم ہوگیا ہے، اہل علم وعمل کی ایک مقدس جماعت کی پیہم تبلیغی اور جاں فشاں جدوجہد کی بدولت ہم لوگوں کو کتاب وسنت کی صحیح روشنی پہنچی۔ یہاں تقلید جامد چھائی ہوئی تھی اور بدعات ورسومات کی حکومت تھی۔ یہ حالات تھے کہ ہمارے اسلاف میں سے

(الف) مسند تدریس کو شیخ الکل مولانا سیّد محمد نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ نے زینت بخشی اور قریباً پون صدی (۱۲۵۹ھ - ۱۳۲۰ھ) تک پھاٹک حبش خاں کی چھوٹی سی مسجد کی چٹائیوں پر قرآن وحدیث اور ان کی روشنی میں فقہ پڑھائی۔

(ب) مولانا نواب سیّد محمد صدیق حسن خاں قدس اللہ روحہ نے ایک طرف ہزار ہا روپیہ خرچ کر کے علوم قرآن وحدیث سے متعلقہ جوہری کتابیں طبع کرا کر ان کو رواج دینے کی سعی فرمائی۔ اور دوسری طرف خود بھی علومِ اسلامی کے قریباً ہر شعبے پر تصنیفات کا ایک انبار لگا دیا۔ اور عربی، فارسی اور اردو زبان میں ان کی خوب خوب اشاعت کی۔ اور اس طرح توحید خالص اور سنت صحیحہ کا پیغام ملک کے کونے کونے تک پہنچا دیا۔

ان دونوں کی مساعی سے محققین اور علمائے عاملین کی ایک جماعت تیار ہوگئی جن کے ذریعے سے ملک کی ساری فضا قال اللہ وقال الرسول کے غلغلوں سے گونج اٹھی۔

علاوہ ازیں دوقسم کے ہنگاموں سے اور بھی جماعت کو دوچار ہونا پڑا۔ پہلا یہ کہ عیسائی حکومت اور مشنریوں کی دسیسہ کاریوں سے اسلام پر باہر سے بھی حملے شروع ہوگئے اور اندر سے بھی۔ باہر سے حملہ آور عیسائی مشنری اور آریہ تھے اور اندر سے جس فرقے نے دانستہ یا نادانستہ اسلام کی جڑیں کھوکھلی کیں وہ سرسیّد اور ان کی تربیت

یافتہ کھیپ تھی۔ ان کی کوششوں سے بلاشبہ مسلمانوں کو قومی طور پر کچھ فائدہ ضرور پہنچا لیکن اس کے بدلے میں عقیدے میں تذبذب اور عمل سے لاپروائی قسم کی جو چیزیں درآمد ہوئیں کیا ان کا نقصان کم ہے؟ قادیانی کا فتنۂ نبوت، فتنۂ انکارِ حدیث، نظریہ وحدت ادیان وغیرہ یہ سب سرسیّد کی تحریک ہی کے ثمرات تلخ تو ہیں۔ اہل حدیث نے ان فتنوں کی روک تھام میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیا اور علمی حلقوں میں خاصا قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

دوسرا یہ کہ مسلک اہل حدیث کی جب دن بہ دن ترقی ہونے لگی تو بطور ردّعمل، تقلید جامد اور بدعات ورسوم کے علمبردار گھبرا اٹھے۔ اور انھوں نے بھی اہل حدیث کے عقائد واعمال پر تابڑ توڑ حملے شروع کردیئے۔ ظاہر ہے، ان بھائیوں کی غلط فہمیوں کا دور کرنا بھی ضروری تھا، بحمد اللہ عمدہ اور عملی طریقے سے یہ مرحلہ بھی طے ہوگیا۔

اوّل الذکر مدافعتی معرکے کے سرخیل بلکہ اس میں منفرد، مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی مرحوم اور ان کا ماہنامہ ''اشاعۃ السنۃ''، بعدہٗ مولانا ثناء اللہ مرحوم اور ان کا اخبار اہل حدیث، امرتسر تھے اور یہی انداز کچھ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی مرحوم کا تھا۔

ثانی الذکر شعبے میں ان کے علاوہ مولانا محمد صاحب دہلوی اور ان کا اخبار ''محمدی''، مولانا حافظ عبداللہ صاحب روپڑی مدظلہ (اور اب رحمہ اللہ) اور ان کا جریدہ ''تنظیم اہل حدیث'' کی خدمات بھی اپنے اپنے درجے میں مفید اور تاریخ اہل حدیث میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

اس داستان سرائی کا مقصد یہ ہے کہ ہم اخلاف اپنا موقف سمجھ سکیں اور ذمہ داریوں کا احساس تازہ رکھیں۔ فتنے اب بھی اسی قسم کے ہیں بلکہ ترقی پر ہیں۔ فضا بدلی ہوئی اور حالات دگرگوں ہیں۔ پس یہ جان لینا ضروری ہے کہ ہمیں کتاب وسنت کی اشاعت وتبلیغ کا فرض سرانجام دینا اور اس راہ کے ہر کانٹے کو راستے سے دور کرنا ہے۔

پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے جس ارادے کا اعلان ہوا ہے اس میں بھی ہمیں اپنا حصہ ادا کرنا ہے۔

الحمد للہ ہماری جماعت میں عام طور پر ان سب باتوں کا احساس موجود ہے۔ اور مقامِ مسرت ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کی صورت میں ایک مضبوط تنظیم بھی ہمارے ہاں قائم ہے اور اس کی پشت پر اس کا اپنا ترجمان اخبار ''الاعتصام'' بھی ہے۔ اس صورتِ حال سے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہیے۔ سب سے بڑھ کر اور سب سے پہلے ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم اپنے عقائد واعمال میں مسلک حدیث کو زندہ رکھیں۔ اللہ کے بندوں تک اس کو پہنچانا اپنا مطمح نظر قرار دیں، اپنی اخلاقی قدروں کو قرآن وحدیث کے سانچے میں ڈھالیں۔ اسلاف کی طرح ہماری عملی زندگی سے بھی پتا چلنا چاہیے کہ ہم اہل حدیث ہیں۔ اگر ہم من حیث الجماعت زندہ رہنا چاہتے ہیں تو اپنی تنظیم کے خاکے میں یہی رنگ بھرنا ہوگا، ورنہ اس کے خاطر خواہ نتائج سے ہم محروم رہیں گے۔ واللہ الموفق

اسی جذبے کے تحت ''رحیق'' کا اجراعمل میں آرہا ہے۔ اس کا مقصد اسلام کی عموماً اور مسلک اہل حدیث کی خصوصاً تبلیغ واشاعت ہے۔ اسلام اور سلف امت کے مسلک پر حملوں کی علمی اور سنجیدہ طریقے سے مدافعت ہے، نیز سلف کے تأثر کو، متقدمین ہوں یا متأخرین، زندہ کرنا ہی اس کے اہم مقاصد سے ہے۔

راقم کو اعتراف ہے کہ اپنا علم وعمل ان بلند مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے سے قاصر ہے اور ہر طرح کی خوبیوں سے دامن خالی! تاہم اللہ تعالیٰ کی توفیق خاص اور اکابر اہل علم اور اعیانِ جماعت، نیز دوسرے اصحابِ علم وفضل بزرگوں اور دوستوں کا تعاون شامل حال رہا تو ''رحیق'' اپنے پروگرام میں کامیاب ہوگا۔ دعا ہے حق جل مجدہ اخلاص سے بہرہ ور فرمائے اور ایسا کام لے جس سے وہ راضی ہو۔

وفی ذلك فلیتنافس المتنافسون



احکام و مسائل

موزوں اور جرابوں پر مسح و فقہی احکام

مولانا عطاء الرحمٰن علوی، مدرس دار العلوم المحمدیہ، لوکو ورکشاپ، لاہور

دین اسلام ایک آسان اور لوگوں کو مناسب سہولت عطا کرنے والا دین فطرت ہے۔ انھی میں سے ایک سہولت یہ ہے کہ آدمی، بالخصوص سردی کے موسم میں، جرابوں اور موزوں کو اتارنے کی بجائے وضو کرتے ہوئے ان پر مسح کر لے۔ بہت سے لوگ چمڑے کے موزوں پر مسح کے قائل ہیں اور جرابوں پر مسح میں اختلاف رکھتے ہیں۔ زیر نظر مضمون میں موزوں اور جرابوں پر مسح کے دلائل کے ساتھ ان کے کچھ احکامات بھی بیان کیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ

موزوں پر مسح:

۱: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب تھے اور میرے پاس پانی کا برتن تھا۔ آپ ﷺ قضائے حاجت کی غرض سے نکلے، پھر ہماری جانب واپس آئے تو میں آپ ﷺ کی طرف پانی لے کر آگے بڑھا۔ میں نے آپ ﷺ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ دھوئے، پھر منہ دھویا، پھر آپ ﷺ نے اپنے بازو آستینوں سے نکالنا چاہے لیکن آپ ﷺ نے رومی جبہ پہن رکھا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں، اس لیے آپ ﷺ کے بازو نہ نکل سکے تو آپ ﷺ نے جبے کے نیچے سے اپنے بازو نکال لیے، پھر میں آپ ﷺ کے موزے اتارنے کے لیے جھکا تو آپ ﷺ فرمانے لگے:

((دع الخفين، فإني أدخلت القدمين الخفين وهما طاهرتان.))

''انھیں چھوڑ دو۔ میں نے اپنے پاؤں ان میں ڈالے تو وہ دونوں طاہر تھے۔''

پھر آپ ﷺ نے موزوں پر مسح فرمایا۔ (بخاري، رقم الحديث: ۲۰۶، مسلم، أبوداود، رقم الحديث: ۵۱ وغيرهم)

۲: سعد بن ابی وقاص اور عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہما نے بھی آپ ﷺ سے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ موزوں پر مسح کرتے تھے۔ (صحيح بخاري، رقم الحديث: ۲۰۲، ۲۰۴)

خفین کی وضاحت:

باریک چمڑا جو پاؤں میں پہنا جائے اسے خف کہتے ہیں۔ اور صاحب منہل نے لکھا ہے:

''شرعی موزہ وہ ہے جو ٹخنوں کو ڈھانپ لے اور اسے پہن کر تین میل یا اس سے زائد چلنا ممکن ہو۔ اور یہ تثنیہ اس لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ صرف ایک موزے کے مسح پر اکتفا جائز نہیں۔'' (المنهل: ۱/ ۱۰۱)

جرابوں پر مسح:

موزوں کی طرح جرابوں پر بھی مسح درست ہے اور صحابہ کرام میں سے کوئی بھی اس کے مخالف نہیں۔ چند دلائل حسب ذیل ہیں:

۱: ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جہادی لشکر روانہ کیا تو ان لوگوں کو سردی نے آلیا۔ جب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اپنی پگڑیوں اور (پاؤں کو) گرمائش پہنچانے والے (جرابوں اور موزوں) پر مسح کریں۔ (أبوداود، رقم الحديث: ۱۴۶، مسند أحمد: ۵/ ۲۷۷)

اس حدیث میں ''تساخین'' کا لفظ ہے جس کا معنی گرمائش دینے والی چیز ہے، وہ چمڑے کے موزے بھی ہو سکتے ہیں اور اُون کے بھی۔

۲: انس رضی اللہ عنہ کو ازرق بن قیس نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ بے وضو ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا اور اپنی ''اونی'' جرابوں پر مسح کیا۔ ازرق کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہ ان پر بھی مسح کرتے ہیں! انھوں نے فرمایا: یہ ''خفان'' موزے ہی ہیں اگرچہ اون کے ہیں۔ (الأسماء والكنى للدولابي: ١/ ١٨١ ومقدمة لأحمد شاكر على "مسح على الجوربين" لجمال الدين القاسمي، وتعليق جامع الترمذي لأحمد شاكر، باب ما جاء في المسح على الجوربين والنعلين)

یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا عمل بھی ہے اور اس کی وضاحت بھی کہ ''خفین'' کا لفظ اون کی جرابوں پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ انس رضی اللہ عنہ اہل زبان صحابی ہیں اور ان کا بیان کردہ معنی بعد کے اہل لغت کے مقابلے میں زیادہ معتبر ہے، لہٰذا جن صحیح روایات میں ''خفین'' پر مسح کا تذکرہ ہے وہ سب روایات جرابوں پر مسح کو بھی شامل ہیں۔ جراب باریک ہو یا موٹی، اس پر چمڑا ہو یا نہ ہو بلا تقیید حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسے ''خف'' (موزے) میں شمار کرتے ہوئے فرمایا:

"خفان ولكنّهما من صوف."

یعنی ہیں تو یہ موزے لیکن اُون کے۔

جرابوں پر مسح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں:

امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''علی بن ابی طالب ابومسعود، براء بن عازب، انس بن مالک، ابوامامہ، سہل بن سعد اور عمرو بن حریث رضی اللہ عنہم نے جرابوں پر مسح کیا۔ عمر بن خطاب اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی جرابوں پر مسح کرنا مروی ہے۔''

(سنن أبي داود، تحت رقم: ١٥٩)

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

"مسحوا على الجورب ولم يظهر لهم مخالف في عصرهم فكان إجماعا."

''انھوں (صحابہ رضی اللہ عنہم) نے جرابوں پر مسح کیا اور ان کے زمانے میں ان کا کوئی مخالف ظاہر نہ ہوا تو اس پر اجماع ثابت ہوا کہ جرابوں پر مسح کرنا صحیح ہے۔''

(المغني لابن قدامة: ١/١٨١)

❀......علی رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔

(الأوسط لابن المنذر: ١/ ٤٢٦)

❀......ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا عمل بھی اسی طرح ہے۔

(المصنف لابن أبي شيبة: ١/١٨٨)

❀...... براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بھی جرابوں پر مسح کیا۔

(المصنف لابن أبي شيبة: ١/١٨٨)

❀......سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا عمل بھی یہی ہے۔

(المصنف لابن أبي شيبة: ١/١٨٨)

صحابہ کے مزید آثار کے لیے ملاحظہ فرمائیں: الأوسط: ١١/ ٤٦٢- ٤٦٤ ونيل الأوطار بتحقيق محمد صبحي بن حسن حلّاق: ٢/ ١٧١

اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کا اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (الأوسط لابن المنذر: ١٢/ ٤٦٤- ٤٦٥)

جرابوں پر مسح اور تابعین:

تابعین کی کثیر تعداد جرابوں پر مسح کی قائل تھی اور وہ جرابوں کو موزوں کے حکم میں شامل سمجھتے تھے۔ ابن حزم رحمہ اللہ نے محلی میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ قتادہ، سعید بن مسیّب، عطاء بن ابی رباح، ابراہیم نخعی، اعمش، حسن بصری، خلاس بن عمرو، سعید بن جبیر اور نافع وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اس کے قائل تھے۔

(المحلى لابن حزم: ١/٣٢٣- ٣٢٤)

سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہما کے مزید آثار واقوال کے لیے دیکھیں: مصنف ابن أبي شيبة، رقم: ١٩٧٧- ١٠٩٠.

احناف اور مسح علی الجوربین:

ابوحنیفہ رحمہ اللہ پہلے جرابوں پر مسح کے قائل نہیں تھے جبکہ ابویوسف

اور محمد بن حسن شیبانی موٹی جرابوں پر مسح کے قائل تھے جو پانی کو جذب نہ کرتی ہوں۔ اور جرابوں پر مسح کے لیے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (سنن نسائی، رقم الحدیث:۱۲۵) سے ہی استدلال کیا ہے اور بعد میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بھی اپنی بیماری کے ایام میں جرابوں پر مسح کرکے اپنے شاگردوں کے قول کی طرف رجوع کرلیا تھا، اور آج احناف کا فتویٰ اسی بات پر ہے۔(ملخص از ہدایہ،ص:۶۱ وبدائع الصنائع وحاشية على الهداية لعبدالحي اللكهنوي)

وضاحت:

احناف نے موٹی یا پانی جذب نہ کرنے کی جو قید جرابوں کے بارے میں لگائی ہے وہ غیر مشروع ہے، لہٰذا ایسی شروط جن کی دلیل شریعت میں نہ ہو، نا قابل قبول ہیں۔

جرابوں اور موزوں کے متعلق مسح کی علت (تنگی) کو دور کرنا ہے، لہٰذا اس میں چمڑے کے موزے یا موٹی وباریک جراب کی کوئی قید نہیں۔

عرب علماء اور جرابوں پر مسح:

عرب علماء نے بھی مطلقاً جرابوں پر مسح کا فتویٰ دیا ہے، وہ روئی کی ہوں یا اون ونائیلون کی۔(مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعة لابن باز: ۱۰/ ۱۱۰، وفتاویٰ اللجنة الدائمة: ٥/ ٢٦٣)

احکامات:

۱: جرابوں اور موزوں پر مسح کے لیے شرط ہے کہ وہ پاؤں کے محل فرض، یعنی جس کا دھونا ضروری ہوتا ہے، کو ڈھانپنے والے ہوں۔

۲: وہ طہارت کی حالت میں پہنے ہوں۔

۳: شرعاً جو مدت مقرر ہے اس کے اندر اندر مسح کیا جائے مدت گزرنے کے بعد ان پر مسح درست نہیں۔

۴: جس طہارت کے لیے مسح کرنا ہے وہ جنابت سے پاک ہونے کے لیے نہ ہو کیونکہ جنابت سے طہارت کے لیے پاؤں کا دھونا ضروری ہے۔

۵: موزوں پر مسح کا خاص طریقہ کسی صحیح حدیث میں موجود نہیں، البتہ پاؤں کے صرف اوپر والے حصے پر مسح کیا جائے گا۔

(أبوداود، رقم الحديث: ١٦٢)

اور دائیں موزے پر پہلے مسح کریں کیونکہ وضو میں دائیں جانب سے ابتدا کرنے کا حکم ہے۔(رواه أهل السنن)

پھٹے موزوں اور جرابوں پر مسح:

۱: پھٹے اور سالم ہر طرح کی جراب وموزے پر مسح درست ہے جب تک اس پر موزے اور جراب کا لفظ صادق آئے گا مسح بھی درست ہوگا۔ اور جو شخص پھٹے یا سالم کا فرق کرتا ہے دلیل اس کے ذمے ہے۔

۲: دورِ نبوی میں صحابہ موزے پہنتے اور ان میں چلتے تھے۔ یہ بدیہی بات ہے کہ چلنے سے ان میں سوراخ بھی ہوجاتے ہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں بھی پھٹے ہوئے اور سوراخ والے موزے میں مسح کی پابندی نہیں لگائی اور نہ ہی فرق کیا۔

۳: سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا: تم موزوں پر مسح کرو جب تک وہ تمھارے پاؤں سے لٹکے ہوئے ہیں۔ اور مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موزے پھٹے ہوئے اور سوراخ زدہ ہوتے تھے۔(مصنف عبدالرزاق: ١/ ١٩٤)

۴: عرب علماء کے فتاویٰ میں بھی ہے کہ جب تک پاؤں ننگے ہونے کے حکم میں نہ ہوجائیں اس وقت تک پھٹے موزوں اور جرابوں پر مسح جائز ہے۔(فتاویٰ اللجنة الدائمة: ٥/ ٢٣٦)

مسح کرنے کے بعد اگر موزے اتار دیے جائیں؟

اگر کوئی شخص وضو کرتے ہوئے موزوں پر مسح کرتا ہے اور بعد میں جراب وموزے اتار دیتا ہے تو اس کا وضو صحیح ہوگا کیونکہ وضو ختم ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ اور خلیفہ راشد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمل بھی اس کے موافق ہے۔ ابوظبیان بیان کرتے ہیں کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے پیشاب کیا، پھر پانی منگوایا اور وضو کیا اور جوتوں پر مسح کیا، پھر مسجد میں داخل ہوئے اور جوتے اتار دیے، پھر لوگوں کی امامت کرواتے ہوئے نماز ادا کی۔(بيهقي: ١/ ٢٨٨، شرح معاني الآثار للطحاوي: ١/٧٦ مکتبہ حقانیہ)

اس سے واضح ہوا کہ جوتے، جن پر مسح کیا تھا، اتارنے کے باوجود انھوں نے وضو قائم سمجھا اور کسی نے اعتراض نہ کیا جس سے سب کی موافقت ظاہر ہوگئی۔

شیخ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب ''الاختیارات'' میں لکھا ہے کہ موزوں اور عمامے پر مسح کرنے والا انھیں اتار دے تو وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی سر کا مسح اور پاؤں کا دھونا لازم آتا ہے۔ حسن بصری، امام احمد، اور جمہور اسی کے قائل ہیں۔

موزے اُتارنے کے مسئلے کو ابن ابی شیبہ نے حسن بصری سے صحیح سند سے نقل کیا ہے۔ ابراہیم نخعی، طاؤس، قتادہ اور عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہم نے بھی حسن بصری کی موافقت کی ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں تمام المنة للألباني، ص: ١١٤)

بھول کر عدم طہارت پر جرابیں پہن لیں:

اگر کوئی شخص سہو ونسیان کی وجہ سے عدم طہارت کی حالت میں پہنی ہوئی جرابوں پر مسح کر کے نماز پڑھ لے تو اسے اپنی نماز دہرانی چاہیے کیونکہ مسح کے لیے انھیں حالت طہارت میں پہننا شرط ہے، لہٰذا جب شرط مفقود ہے تو وضو بھی کامل نہیں، پس طہارت نہ ہوئی اور بغیر طہارت کے نماز نہیں ہوتی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا تقبل صلوٰة بغير طهور .)) (صحيح مسلم)

''بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں کی جاتی۔''

اور جو امت سے بھول معاف کی گئی ہے اس کا مطلب ہے کہ بھول پر مواخذہ نہیں ہوگا کیونکہ اگر جان بوجھ کر بلا وضو نماز پڑھے تو گناہ گار ہوگا اور اگر بھول سے ایسا ہوا تو مواخذہ نہیں ہوگا۔

فتاویٰ ابن باز اور عرب کی فتویٰ کمیٹی کا یہی موقف ہے کہ وہ اپنی نمازوں کو ضرور دہرائے گا۔ (مجموع فتاویٰ ومقالات لابن باز: ١٠/ ١١٥- ١١٦، وفتاویٰ اللجنة الدائمة: ٥/ ٢٦٥)

مدت مسح:

۱: مقیم اپنے موزوں پر ایک دن اور رات، اور مسافر تین دن اور تین رات تک مسح کر سکتا ہے۔ (أبوداود، رقم الحديث: ١٥٧، ترمذي، رقم الحديث: ٩٥)

۲: بعض لوگ متعین مدت کے قائل نہیں ہیں۔ ان کی دلیل ابوداود کی روایت ہے۔ (أبوداود، رقم الحديث: ١/ ١٥٨، وبعد رقم: ١٥٧)

محولہ بالا دو حدیثوں میں سے ایک کی سند میں ابراہیم تیمی مدلس ہے اور دوسری میں عبدالرحمٰن، محمد بن یزید اور ایوب بن قطن مجہول ہیں، جیسا کہ امام دارقطنی نے فرمایا ہے۔ (دیکھیں أنوار الصحيفة للشيخ زبير علي زئی، ص: ١٨، ١٩)

مدت مسح کی ابتدا کب ہوگی:

آدمی حدث کے بعد جب موزوں پر مسح کرے گا تو مسح کرنے سے مدت مسح کا آغاز ہوگا، پہننے کے وقت سے نہیں۔ امام اوزاعی اور ابوثور وغیرہ کا یہی قول ہے۔

مثلاً ایک آدمی نے ظہر کے وقت پاؤں دھو کر موزے پہنے اور عصر ومغرب اور عشاء کی نمازیں اسی وضو سے ادا کیں، پھر اگلے دن فجر کی نماز کے لیے وضو کرتے ہوئے موزوں پر مسح کیا تو اس کی ابتدا دوسرے دن فجر کے وقت سے ہوگی۔ الفاظ حدیث کا یہی تقاضا ہے کیونکہ حدیث میں مسح کی بات ہے تو مسح سے ہی وقت کی ابتدا ہوگی۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ومقالات متنوعة: ١٠/ ١٠٦)

شیخ عبداللہ بسام نے بھی بلوغ المرام کی شرح میں اسی موقف کو اختیار کیا ہے۔ (توضيح الأحكام: ١/ ٢١٤)

کیا مدت مسح کے اختتام پر طہارت بھی ختم ہو جائے گی؟

مدت مسح ختم ہونے کے بعد جب تک آدمی حادث و بے وضو نہ ہو اس وقت تک اس کی طہارت ختم نہیں ہوتی۔ مدت ختم ہونے کے بعد بھی وہ موجود طہارت کے ساتھ نمازیں پڑھ سکتا ہے۔ ابن حزم رحمہ اللہ نے محلی میں کہا ہے کہ ابراہیم نخعی، حسن بصری، ابن ابی لیلی اور داود ظاہری کا قول ہے کہ جب تک کسی حدث سے اس کی طہارت نہیں ٹوٹتی تو وہ اس طہارت سے نماز پڑھتا رہے گا۔ (المحلى لابن حزم بتحقيق عبدالغفار سليمان البغدادي: ١/ ٣٢٩)

تحقیق وتنقید

محرم الحرام اور اس کے بعض اہم مسائل

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ، مدیر شعبہ تحقیق وتالیف دارالسلام، لاہور

محرم الحرام کا آغاز:

ماہ محرم ہجری سال کا پہلا مہینا ہے جس کی بنیاد تو نبی کریم ﷺ کے واقعۂ ہجرت پر ہے لیکن اس اسلامی سن کا تقرر اور آغازِ استعمال ۱۷ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت سے ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ یمن کے گورنر تھے۔ ان کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرامین آتے تھے جن پر تاریخ درج نہیں ہوتی تھی۔ ۱۷ھ میں حضرت ابوموسیٰ کے توجہ دلانے پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو اپنے ہاں جمع فرمایا اور ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا۔ تبادلۂ افکار کے بعد قرار پایا کہ اپنے سن تاریخ کی بنیاد واقعۂ ہجرت کو بنایا جائے اور اس کی ابتدا ماہ محرم سے کی جائے کیونکہ ۱۳ نبوت کے ذوالحجہ کے وسط میں بیعت عقبہ اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا عزم ومنصوبہ طے کرلیا گیا تھا اور اس کے بعد جو چاند طلوع ہوا وہ محرم کا تھا۔ (فتح الباري: ٧/ ٣٣٤ طبع دارالسلام)

مسلمانوں کا یہ اسلامی سن بھی اپنے معنی ومفہوم کے لحاظ سے ایک خاص امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔ مذاہب عالم میں اس وقت جس قدر سنین مروج ہیں وہ عام طور پر یا تو کسی مشہور انسان کے یوم ولادت کی یاد دلاتے ہیں یا وہ کسی قومی واقعۂ مسرت وشادمانی سے وابستہ ہیں کہ جس سے نسل انسانی کو بظاہر کوئی فائدہ نہیں، مثلاً: مسیحی سن کی بنیاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یوم ولادت ہے۔ یہودی سن فلسطین پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی تخت نشینی کے ایک پرشوکت واقعے سے وابستہ ہے۔ بکرمی سن راجہ بکرماجیت کی پیدائش کی یادگار ہے۔ رومی سن سکندر فاتح اعظم کی پیدائش کو واضح کرتا ہے لیکن اسلامی سن ہجری عہد نبوت کے ایسے واقعے سے وابستہ ہے جس میں یہ سبق پنہاں ہے کہ اگر مسلمان اعلائے کلمۃ الحق کے نتیجے میں تمام اطراف سے مصائب و آلام میں گھر جائے، بستی کے تمام لوگ اس کے دشمن اور درپے آزار ہوجائیں، قریبی رشتہ دار اور خویش واقارب بھی اس کو ختم کرنے کا عزم کرلیں، اس کے دوست احباب بھی اسی طرح تکالیف میں مبتلا کر دیے جائیں، شہر کے تمام سربرآوردہ لوگ اسے قتل کرنے کا منصوبہ باندھ لیں، اس پر عرصۂ حیات ہر طرح سے تنگ کر دیا جائے اور اس کی آواز کو جبراً روکنے کی کوشش کی جائے تو اس وقت وہ مسلمان کیا کرے؟ اس کا حل اسلام نے یہ تجویز نہیں کیا کہ کفر وباطل کے ساتھ مصالحت کر لی جائے، تبلیغ حق میں مداہنت اور رواداری سے کام لیا جائے اور اپنے عقائد ونظریات میں لچک پیدا کر کے ان میں گھل مل جائے تاکہ مخالفت کا زور ٹوٹ جائے۔ بلکہ اس کا حل اسلام نے یہ تجویز کیا ہے کہ ایسی بستی اور شہر پر حجت تمام کر کے وہاں سے ہجرت اختیار کر لی جائے۔

چنانچہ اسی واقعۂ ہجرتِ نبوی پر سن ہجری کی بنیاد رکھی گئی ہے جو نہ تو کسی انسانی برتری اور تفوّق کو یاد دلاتا ہے اور نہ شوکت وعظمت کے کسی واقعے کو بلکہ یہ واقعۂ ہجرت مظلومی اور بے کسی کی ایک ایسی یادگار ہے کہ جو ثبات قدم، صبرو استقامت اور راضی برضائے الٰہی ہونے کی ایک زبردست مثال اپنے اندر پنہاں رکھتا ہے۔ یہ واقعۂ ہجرت بتلاتا ہے کہ ایک مظلوم وبے کس انسان کس طرح اپنے مشن میں کامیاب ہوسکتا ہے اور مصائب وآلام سے نکل کر کس طرح کامرانی وشادمانی کا زریں تاج اپنے سر پر رکھ سکتا ہے اور پستی وگمنامی سے نکل کر کس طرح رفعت وشہرت اور عزت وعظمت کے بام عروج پر پہنچ سکتا ہے۔

وجہ تسمیہ:

اسلامی سال کا، جسے قمری یا ہجری سال بھی کہا جاتا ہے، پہلا مہینا محرم ہے، یعنی اسلامی سالِ نو کا آغاز ماہِ محرم سے ہوتا ہے، جیسے عیسوی سال کا آغاز جنوری سے ہوتا ہے۔ قمری مہینوں کے نام زمانۂ جاہلیت سے چلے آرہے ہیں سوائے محرم کے۔ اس کا نام ''صفر اول'' تھا جسے تبدیل کر کے ''محرم'' رکھا گیا۔ اسے ''شہر اللہ'' قرار دینے کی بھی یہی توجیہ بیان کی گئی ہے۔ (الديباج للسيوطي: ۳/۱۱۳، وجمهرة اللغة لابن دريد: ۲/۱۴۲)

عربوں نے اس کا نام محرم اس لیے رکھا کہ وہ لڑائی جھگڑے کو اس میں جائز نہیں سمجھتے تھے۔ (لسان العرب: ۱۵/۱۰) جبکہ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس مہینے کی حرمت میں تاکید پیدا کرنے کے لیے اس کا نام محرم رکھا گیا ہے کیونکہ عرب اسے کسی سال حلال قرار دے لیتے تھے اور اس کی جگہ دوسرے مہینے کو حرمت والا قرار دے لیتے تھے۔ (تفسير ابن كثير: ۲/ ۴۶۷)

فضائل:

۱۔ قرآن مجید نے چار مہینوں کو حرمت والا قرار دیا ہے، ان میں سے ایک ''محرم'' ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾ [التوبة: ۳۶]

''بے شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہی ہے اللہ کی کتاب میں جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔''

ان چار حرمت والے مہینوں کی وضاحت اور تعیین کے لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((السنة اثنا عشر شهرا، منها أربعة حرم، ثلاثة متواليات: ذوالقعدة، وذوالحجة، والمحرم، ورجب مضر الذي بين جمادى وشعبان.)) (صحيح بخاري، رقم الحديث: ۳۱۹۷، صحيح مسلم، رقم الحديث: ۱۶۷۹)

''سال میں بارہ مہینے ہیں، ان میں سے چار حرمت والے ہیں، تین مسلسل (لگاتار) ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور (چوتھا) رجبِ مضر ہے جو شعبان اور جمادی (الأخری) کے درمیان ہے۔''

۲۔ شهر الله: نبی کریم ﷺ نے محرم کو شہر اللہ (اللہ کا مہینا) کہا ہے۔ یہ اعزاز کسی اور مہینے کو حاصل نہیں ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

((أفضل الصيام بعد رمضان، شهر الله المحرم.)) (صحيح مسلم، رقم الحديث: ۱۱۶۳)

''رمضان کے بعد افضل ترین روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں۔''

۳۔ محرم کے مہینے میں نفلی روزے رکھنا رمضان کے مہینے کے روزوں کے بعد افضل ترین روزے ہیں جیسا کہ اوپر حدیث میں مذکور ہے۔

۴۔ محرم قمری سال کا پہلا مہینا ہے جیسا کہ ''سن ہجری کا آغاز'' میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

مسنون اعمال

۱۔ محرم میں کثرت سے نفلی روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

((أفضل الصيام بعد رمضان، شهر الله والمحرم.)) (صحيح مسلم، رقم الحديث: ۱۱۶۳)

''رمضان کے بعد افضل ترین روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں۔''

۲۔ خصوصاً یوم عاشورہ کا روزہ رکھا جائے۔ اس سے گزشتہ سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((وصيام يوم عاشوراء أحتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله .))

(صحيح مسلم، رقم الحديث : ١١٦٢)

۳۔اس مہینے میں ظلم وزیادتی سے اہتمام کے ساتھ بچنا چاہیے۔بچنا تو ہروقت چاہیے لیکن حرمت والے مہینوں میں گناہ کا جرم بڑھ جاتا ہے،اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ﴾ [التوبة : ٣٦]

''ان مہینوں میں تم اپنے نفسوں پر ظلم نہ کرو۔''

عاشورۂ محرم کی تعیین میں غلط فہمی کا ازالہ:

بالخصوص عاشورۂ محرم کے روزے کی حدیث میں یہ فضیلت آئی ہے کہ یہ ایک سال گذشتہ کا کفارہ ہے۔

(صحيح مسلم، رقم الحديث : ١١٦٢)

اس روز رسول اللہ ﷺ بھی خصوصیت سے روزہ رکھتے تھے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔ پھر نبی ﷺ نے یہود کی مخالفت میں فرمایا:

((صوموا يوم عاشورآء ، وخالفوا فيه اليهود ، صوموا قبله يوما ، أو بعده يوما .))

''عاشورہ (دس محرم) کا روزہ رکھو لیکن یہودیوں کی مخالفت بھی بایں طور کرو کہ اس کے بعد یا اس سے قبل ایک روزہ اور ساتھ ملا لیا کرو۔''

(مسند أحمد: ۱/۲۴۱ یہ حدیث مرفوعاً ضعیف ہے۔ درحقیقت یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر ہے جو کہ صحیح سند سے مروی ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو: تحقيق مشيخة أبي طاهر بن أبي الصقر للشيخ الشريف حاتم بن عارف العوني، ص: ٦٦-٦٨ .)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے عاشورے کا روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم فرمایا تو صحابہ نے آپ کو بتلایا کہ یہ دن تو ایسا ہے جس کی تعظیم یہود و نصاریٰ بھی کرتے ہیں، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لئن بقيت إلى قابل لأصومن التاسع .))

(صحيح مسلم، رقم الحديث : ١١٣٤)

''اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نویں محرم کا روزہ (بھی) رکھوں گا۔''

لیکن اگلا محرم آنے سے قبل ہی آپ ﷺ انتقال فرما گئے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ حدیث ''میں نویں محرم کا روزہ رکھوں گا۔'' کا مطلب ہے کہ صرف محرم کی ۹ تاریخ کا روزہ رکھوں گا، یعنی دس محرم کا روزہ نہیں بلکہ اس کی جگہ ۹ محرم کا روزہ رکھوں گا، اس لیے وہ کہتے ہیں کہ اب صرف ۹ محرم کا ایک روزہ رکھنا مسنون عمل ہے۔ ۱۰ محرم کا روزہ رکھنا بھی صحیح نہیں اور ۱۰ محرم کے ساتھ ۹ محرم کا روزہ ملا کر رکھنا بھی سنت نہیں۔ بلکہ اب سنت صرف ۹ محرم کا ایک روزہ ہے۔ لیکن یہ رائے صحیح نہیں۔ نبی ﷺ کے فرمان کا مطلب ہے کہ میں ۱۰ محرم کے ساتھ ۹ محرم کا روزہ بھی رکھوں گا، اسی لیے ہم نے ترجمے میں......بھی...... کا اضافہ کیا ہے کیونکہ ۱۰ محرم کا روزہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نجات پانے کی خوشی میں رکھا جا رہا تھا، اس اعتبار سے ۱۰ محرم کے روزے کی مسنونیت تو مسلّم ہے لیکن یہودیوں کی مخالفت کے لیے آپ نے اس کے ساتھ ۹ محرم کا روزہ رکھنے کی خواہش کا اظہار فرمایا جس پر عمل کرنے کا موقع آپ ﷺ کو نہیں ملا۔ بعض آثار سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے، جیسے مُصنّف عبدالرزاق (۴/۲۸۷) میں صحیح سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

"خالفوا اليهود وصوموا التاسع والعاشر . "

''یہودیوں کی مخالفت کرو اور نو اور دس محرم کا روزہ رکھو۔''

بلکہ بقول امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مذکورہ مرفوع حدیث کے بعض طرق میں ((لأصومن التاسع)) (میں نو محرم کا روزہ رکھوں گا) کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں ((مع العاشر)) (۱۰ محرم کے روزے کے ساتھ۔) ملاحظہ ہو: مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ۲۵/۳۱۲)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ((مع العاشر)) کے ایک طریق کی

طرف جو اشارہ فرمایا ہے، وہ اگر ثابت ہو جاتا ہے تو یہ ٹکڑا فیصلہ کن ہے۔ لیکن ہماری معلومات کی حد تک یہ ٹکڑا کتب حدیث میں نہیں ملتا۔ امام صاحب نے غالبًا اپنے حافظے کی بنیاد پر اس کا حوالہ دے دیا ہے۔ بہرحال اس سے یہ تو معلوم ہو جاتا ہے کہ امام صاحب کا موقف بھی وہی ہے جس کی صراحت ہم کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں ۹ اور دس محرم دونوں دنوں کا روزہ رکھنا ہی نبی ﷺ کے فرمان کا صحیح مفہوم و مطلب ہے، اس لیے کہ آپ ﷺ نے دس محرم کے روزے کی فضیلت بھی بیان فرمائی ہے کہ یہ گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے، نیز اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نجات کی خوشی میں رکھنے کو یہودیوں کے مقابلے میں اپنے آپ کو اس کا زیادہ حق دار بھی قرار دیا ہے۔ یہ دونوں باتیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ دس محرم کے روزے کا استحباب تو شبہے سے بالاتر ہے، پھر اس کو ختم کر کے صرف ۹ محرم کے روزے ہی کو فرمانِ رسول کا مصداق قرار دینا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟ یہ تو دس محرم کے روزے کو، جس کی فضیلت احادیث سے ثابت ہے، منسوخ کرنا ہے۔ کیا بغیر دلیل کے اس کو منسوخ قرار دینا صحیح ہے؟

علاوہ ازیں ((لأصومن التاسع)) حدیث کے راوی بھی حضرت ابن عباس ہیں اور مصنف عبدالرزاق میں انھی کا قول بیان ہوا ہے۔ گویا راوی کی حدیث کی وضاحت خود راوی ہی کے فتوے سے ہو گئی ہے، اس کے بعد ((لأصومن التاسع)) کے مفہوم میں اشکال باقی نہیں رہتا اور نہ رہنا ہی چاہیے۔ اسی لیے صاحب مرعاۃ مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، حافظ ابن حجر، امام شوکانی، امام ابن حزم اور دیگر متعدد علماء رحمہم اللہ نے اسی مفہوم کو زیادہ صحیح اور راجح قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: مرعاۃ المفاتیح: ۳/ ۲۷۰، طبع قدیم، والسیل الجرار للشوکاني، والمحلی لابن حزم، وعون المعبود. صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۱۳۳.)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب موقف کی وضاحت:

بعض لوگوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ دس محرم کے بجائے 9 محرم کا روزہ رکھتے تھے اور اسی کی ترغیب دیتے تھے اور اسی کو وہ عاشوراء سے تعبیر کرتے تھے۔ جب ان سے سوال کیا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ بھی ۹ محرم کا روزہ رکھتے تھے تو انھوں نے فرمایا: ''ہاں۔''

لیکن ان کی طرف یہ موقف منسوب کرنا درست نہیں بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کا مطلب یہ ہے کہ جو عاشوراء کا روزہ رکھنا چاہے اسے چاہیے کہ ۹ محرم سے شروع کرے، صرف ۱۰ محرم کے روزے پر اکتفا نہ کرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول تمام روایات کو جمع کرنے سے یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا: کیا رسول اللہ ﷺ بھی ۹ محرم کا روزہ رکھتے تھے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں۔ جبکہ واقعہ ایسا نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے ۹ محرم کا روزہ نہیں رکھا، صرف آئندہ سال رکھنے کے ارادے کا اظہار فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ''ہاں'' کہنے سے بھی اسی امر کا اثبات ہوتا ہے کہ عاشورۂ محرم کا روزہ ۹ محرم سے رکھا جائے، یعنی ۱۰ اور نو محرم دونوں کا روزہ، چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صحیح مسلم کی مذکورہ روایت، جس میں ۹ محرم کو رسول اللہ ﷺ کے روزہ رکھنے کے استفسار پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اثبات میں جواب دیا، نقل کر کے لکھتے ہیں:

"وكأنه أراد صومه مع العاشر وأراد بقوله في الجواب نعم ما روي من عزمه ﷺ على صومه."

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ۹ محرم کے روزے سے مراد یہ لی ہے کہ اسے دس محرم کے روزے کے ساتھ رکھا جائے اور انھوں نے سوال کے جواب میں جو ''ہاں'' کہا، اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ۹ محرم کا روزہ رکھنے

کے عزم کا اظہار فرمایا۔''

اس کے بعد امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ہماری اس بات کی وضاحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا یہ قول کر دیتا ہے:

"صوموا التاسع والعاشر وخالفوا اليهود."

(السنن الکبریٰ للبیهقي مع الجوهر النقي: ۲۸۷/۴ طبع قديم)

''۹اور۱۰محرم کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔''

علاوہ ازیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث میں بھی اس امر کی صراحت موجود ہے کہ عاشوراء سے مراد دس محرم ہے:

"أمر رسول الله ﷺ بصوم عاشوراء يوم العاشر." (سنن الترمذي، رقم الحديث: ۷۵۵)

''رسول اللہ ﷺ نے عاشورے کا روزہ رکھنے کا حکم دیا، یعنی دس محرم کا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اس مرفوع حدیث سے یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ عاشوراء، نو محرم کا نہیں، ۱۰ محرم کا دن ہے۔ اور اس حدیث کے راوی بھی حضرت ابن عباس ہی ہیں، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ نو محرم کو عاشوراء قرار دیں؟ اسی لیے امام ترمذی اس حدیث کے درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وقد اختلف أهل العلم فی یوم عاشوراء فقال بعضهم: يوم التاسع، وقال بعضهم: يوم العاشر وروي عن ابن عباس أنه قال: صوموا التاسع والعاشر وخالفوا اليهود."

''اہل علم نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ عاشوراء کون سا دن ہے؟ بعض نے کہا ہے کہ یہ نو محرم ہے اور بعض نے کہا: دس محرم ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انھوں نے کہا: نو اور دس محرم کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔''

اس لیے صرف ۹ محرم کے روزے کو مسنون عمل کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا، صحیح بات (ان شاء اللہ) یہی ہے کہ نو اور دس محرم کا روزہ رکھا جائے، ((لأصومن التاسع)) کا یہی مطلب بنے گا نہ کہ صرف ۹ محرم کا روزہ رکھنا۔ والله أعلم.

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی خاصی تفصیل سے اس نکتے پر بحث کی ہے اور ((لأصومن التاسع)) کے اسی مفہوم کو راجح قرار دیا ہے کہ ۹ اور ۱۰ محرم کا روزہ رکھا جائے نہ کہ صرف ۱۰ محرم کا۔ نو کا روزہ نہ رکھا جا سکے تو ۱۰ کے ساتھ ۱۱ محرم کا روزہ ملا لیا جائے کیونکہ فتح مکہ کے بعد آپ اہل کتاب کی مخالفت کو پسند فرماتے تھے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباري: ۴/ ۳۱۱، طبع دارالسلام



بقیہ: انبیائے کرام اور صحابہ عظام پر مبنی فلمیں

﴿وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ [القلم: ۴]

''اور بے شک آپ بہت بڑے اخلاق (کے مرتبے) پر فائز ہیں۔''

باقی انبیاء کرام علیہم السلام بھی صدقِ لسان وحسن مقال کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے۔ جبکہ اس فرضی وجعلی نبی کا ماضی وحال داغدار ہوتا ہے۔ مسلم معاشرے میں ان اداکاروں کو فحاشی وعریانی اور بے حیائی وبدکاری کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ یہ حضرات بے ہودگی، لغویات اور شراب وشباب کے رسیا ہوتے ہیں۔ ان کے ماہ وسال اور لیل ونہار خلافِ شرع امور میں گزرتے ہیں۔ جب اس قماش کے مرد وخواتین عالی قدر انبیاء وازواجِ انبیاء علیہم السلام اور عزت مآب صحابہ کرام وعفت مآب صحابیات رضی اللہ عنہم کا روپ دھار کر ناظرین کے سامنے آئیں گے تو اس سے معاشرے میں غلط تأثر پھیلے گا۔ العیاذ باللہ

(جاری ہے)



مقالہ علمیہ

قسط نمبر (۲)

انبیائے کرام علیہم السلام وصحابہ عظام رضی اللہ عنہم
پر مبنی فلموں وتصاویر کی شرعی حیثیت

حافظ ریاض احمد عاقب اثری

قومِ جد الانبیاء علیہ السلام بھی جب انھی مورتیوں کے سامنے سجدہ ریز تھی تو بت شکن پیغمبر جناب ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا:

﴿إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَ قَوْمِهِ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِيٓ أَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ○ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَ نَا لَهَا عٰبِدِيْنَ○﴾

[الأنبياء: ۵۲،۵۳]

''جب آپ (ابراہیم علیہ السلام) نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیاں جن کے سامنے تم جھکے ہوئے ہو، کیا ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو انھی کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے۔''

عہد دوراں کے مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''تَمَاثِيْلُ، تِمْثَالٌ کی جمع ہے۔ یہ اصل میں کسی چیز کی ہو بہو نقل کو کہتے ہیں۔ جیسے پتھر کا مجسمہ یا کاغذ اور دیوار وغیرہ پر کسی کی تصویر۔ یہاں سے مراد وہ مورتیاں ہیں جو قومِ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے معبودوں کی بنا رکھی تھیں اور جن کی وہ عبادت کرتے ہیں۔ عَاكِفٌ، عُكُوْفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، جس کے معنی کسی چیز کو لازم پکڑنے اور اس پر جھک کر، جم کر بیٹھ رہنے کے ہیں۔ اسی سے اعتکاف ہے، جس میں انسان اللہ کی عبادت کے لیے جم کر بیٹھتا اور یکسوئی اور انہماک سے اس کی طرف لو لگاتا ہے۔ یہاں (آیت) سے مراد بتوں کی تعظیم وعبادت اور ان کے تھانوں پر مجاور بن کر بیٹھنا ہے۔ یہ تمثالیں (مورتیاں اور تصویریں) قبر پرستوں اور پیر پرستوں میں بھی آج کل عام ہیں اور ان کو بڑے اہتمام سے گھروں اور دکانوں میں بطور تبرک آویزاں کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں سمجھ عطا فرمائے۔''

(تفسیر احسن البیان، ص: ۸۹۵-۸۹۶)

یہ تو حقیقت ہے کہ آج کل کے جاہل قبر پرست اپنے مزعومہ بزرگوں کی تصاویر اپنے گھروں اور دکانوں کی دیواروں پر آویزاں کرتے ہیں اور مشکل کے وقت ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر فریادیں کرتے ہیں۔ شرک کے ایسے شرمناک مناظر ہمارے معاشرے میں عام ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے تو اپنے داماد علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو تماثیل وتصاویر کو مسمار کرنے کا مشن سونپا تھا۔ اسی مشن کو حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے جاری رکھا۔ جیسا کہ ابوالہیاج اسدی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مجھے علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے ایک مشن سونپا اور فرمایا:

''ألا أبعثك على ما بعثني عليه رسول الله أن لا تدع تمثالا إلا طمسته ولا قبرا مشرفا إلا سويته.'' (صحيح مسلم، رقم الحديث: ۹۶۹)

''کیا میں آپ کو اس مہم پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا؟ (آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ) جس مورتی (تصویر) کو دیکھوں اسے مٹا دوں اور جس بلند قبر کو دیکھوں اسے زمین کے برابر کردوں۔''

آج ابن سبا کے گروہ نے خلیفہ رابع سیّدنا علی رضی اللہ عنہ پر فلم بنائی ہے اور اسے اپنے چینل "الکوثر" پر جاری کیا ہے۔ یہ ملحد گروہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو الوہیت کے درجے پر فائز کرتا ہے جو درسِ توحید کا بول بالا کرنے والے اور کفر وشرک کا استیصال کرنے والے تھے۔ آج ابن سبا کا ٹولہ ابن سبا کی پیروی کرتے ہوئے مشرکانہ نظریات وکفریہ عقائد کا کھلے عام پرچار کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہود ونصاریٰ پہلے ہی شرک میں مبتلا تھے۔ ابن سبا جب اسلام کا لبادہ اوڑھ کر الوہیت علی رضی اللہ عنہ کا پرچار کرنے لگا تو اس سے ایک نئے فرقے نے جنم لیا جس کے پیروکار آج بھی "یا علی مدد" کے نعرے بلند کرتے ہوئے نہیں تھکتے۔ آج یہ فرق باطلہ "ہم تو ڈوبے صنم تمھیں بھی لے ڈوبیں گے" کے مصداق اہل بدعت وخرافات اور ضعیف الاعتقاد مسلمانوں میں شرک کا ایک نیا محاذ کھولنے جارہے ہیں۔

نام نہاد مسلمان پہلے ہی اپنے صوفیاء کی تصاویر گھروں میں سجا کر ان کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں، اور ان تصاویر کو اپنے اور اللہ وحدہ لا شریک کے درمیان شفاعت کنندہ خیال کرتے ہیں۔ اب اگر ان کے پاس محمد مصطفیٰ ﷺ کی فرضی تصویر آگئی تو یہ اس کی پوجا شروع کردیں گے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کی شکل میں آسمان سے اترے ہیں۔ العیاذ باللہ

تنقیص واہانت کا پہلو:

انبیائے کرام علیہم السلام وصحابہ رضی اللہ عنہم کی تصاویر وفلموں سے تنقیص واہانت کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ وہ اس طرح جب اداکار اپنے فرضی نام ان پاک بازنفوس کے ناموں پر رکھیں گے اور مدمقابل ان ناموں کو پکار کر استہزا کا ارتکاب کرے گا تو اس سے انبیائے کرام علیہم السلام کی توہین وتنقیص لازم آئے گی جو کہ قطعی طور پر حرام ہے۔ ان فرضی وجعلی فلموں میں ایسا ہی ہورہا ہے۔ ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کی تصویر شائع کرکے ان باطل پرستوں نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا ہے اور ایسے بد باطن جنھوں نے محمد مصطفیٰ ﷺ کی تصویر بنا کر تنقیص واہانت کا ارتکاب کیا ہے ان کے لیے رسوا کن عذاب ہے اور دنیا وآخرت میں لعنت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا﴾

[الأحزاب: ٥٧]

"بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا وآخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

اسی طرح یہ عمل باطل عصمت انبیاء ورسل علیہم السلام کے بھی خلاف ہے کیونکہ کسی غیر نبی ورسول کو تاجِ نبوت پہنانا خواہ حقیقی ہو یا فلمی وڈرامائی صورت میں، ہر دو صورتوں میں حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے وہ جسے چاہتا ہے تاجِ نبوت سے نوازتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ [الأنعام: ١٢٤]

"اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ کہاں وہ اپنی رسالت رکھے۔"

اللہ احکم الحاکمین نے گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کو رسالت ونبوت ایسے خلعت فاخرہ سے نوازا اور سب سے آخر میں ہمارے نبی محمد بن عبداللہ ﷺ کو مبعوث فرما کر سلسلۂ نبوت منقطع کردیا۔ اب جو حقیقی طور پر یا ڈرامائی انداز میں نبوت ورسالت ایسے منصب جلیل کا دعویٰ کرتا ہے ایسا شخص کذاب ودجال ہے اور انبیاء ورسل کی توہین واہانت کا مظاہرہ کررہا ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ اداکاروں وفن کاروں کے احوال وتصرفات حضرات انبیاء ورسل علیہم السلام کے احوال وواقعات سے بالکل مختلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء ورسل علیہم السلام کردار وگفتار، اخلاق وعادات، سیرت وصورت، امانت ودیانت، حق وصداقت اور حلم وکرم ایسی بے مثل خوبیوں سے متصف تھے جس کی شہادت پر صحف آسمانی شاہد ہیں۔ خود قرآن مقدس نے پیغمبر امن وسلامتی محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہا ہے:

(باقی صفحہ نمبر ۷ اپر)

اسلام اور عصر حاضر

قومی نصابِ تعلیم میں روحِ اسلام کی ضرورت

عطاء محمد جنجوعہ

اقوام کی ترقی علوم وفنون میں مہارت کی مرہون منت ہے۔ جس طرح دماغ انسانی جسم میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے اسی طرح تعلیمی نظام قوموں کے عروج، تہذیب وتمدن کی نشو ونما اور مذہبی وسیاسی شعور کی بیداری میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔

چینی کہاوت ہے کہ اگر انسان ایک سال کا منصوبہ بنانا چاہتا تو کاشتکاری کرے، اگر منصوبہ دس سال کا ہے تو شجر کاری کرے اور اگر سو سال کا منصوبہ ہے تو انسان سازی کرے۔ چینی قوم نے اپنی اس کہاوت کو عملی جامہ پہنایا۔ وہی قومیں جو نظریاتی اختلاف کی بنا پر مخالف تھیں آج انھوں نے چین کو ایٹمی پاور تسلیم کرلیا۔

اسلام میں علم کی اہمیت اس قدر ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پہلی وحی میں نبی کریم ﷺ کو ''اقراء'' کا حکم دیا تو نبی کریم ﷺ نے جناب ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر میں نومسلموں کی تعلیم وتربیت کا آغاز کردیا۔ جب مدینہ منورہ میں اسلامی حکومت قائم ہوگئی تو معلم انسانیت ﷺ نے مسجد نبوی میں صفہ مدرسہ کا اجرا کیا، جہاں اُن کو وحی الٰہی کی تعلیم کے ساتھ تیر اندازی کی مشق بھی کرائی جاتی تھی۔ خلافت اسلامیہ کے شہری دور میں مدارس میں علوم وفنون کی تعلیم کا اہتمام تھا۔ دیارِ غیر سے غیر مسلم بھی ان اداروں میں آکر علم کی پیاس بجھاتے تھے۔

ہر حاکم قوم اپنی تہذیب وتمدن کے فروغ اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لیے سب شعبوں سے بڑھ کر تعلیم پر توجہ دیتی ہے۔ سامراجی طاقتوں نے نو آبادیاتی دور میں مسلمانوں کو مستقل غلام بنانے کے لیے مخصوص تعلیمی پالیسی تشکیل دی۔ لارڈ میکالے نے ۱۸۳۴ء میں ہندوستان میں رائج تعلیمی پالیسی کے بارے پیشین گوئی کی تھی کہ یہ لوگ رنگ اور نسل کے اعتبار سے دیسی ہوں گے لیکن خیالات اور تمدن میں انگریز ہوں گے۔ اس نظام سے مسلمان اُن کے ذہنی غلام بن کر رہ گئے۔ اُن سے اسلامی روح چھین لی گئی اور تعلیم کا مقصد اصلاح ختم ہوکر حصول معاش تک محدود ہوگیا۔

اسلام میں علم وحی الٰہی ہے جو قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ ایسی تعلیم جس کا مقصد معاش ہو وہ فن ہے۔ اسلام نے فن حاصل کرنے سے منع نہیں کیا۔ لیکن فنی مہارت سے قبل قربِ الٰہی کا سلیقہ سیکھنا ضروری ہے۔

اسلامی ممالک کو سامراجی قوتوں سے جغرافیائی آزادی حاصل کیے ہوئے طویل عرصہ گزر گیا مگر ان کا نظام تعلیم سیکولر تعلیم کی عکاسی کرتا ہے۔ اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ نظامِ تعلیم کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے ضروری اقدامات کرے تاکہ مسلمان علم وفن میں کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرسکیں۔

اسلام سے عدم دلچسپی، ترقیاتی منصوبوں کی ناکامی، سیاسی شعور کی کمی اور اہل مغرب کی اندھی تقلید کا سبب تعلیم کی کمی ہے۔ اسلامی ممالک خصوصاً پاکستان میں خواندگی کا تناسب دوسروں سے کم ہے۔ جبکہ قوموں کی بقا کا انحصار تعلیم وحکمت پر ہے۔ نئی پود کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا والدین اور حکومت کا فریضہ ہے، چنانچہ شرح خواندگی میں اضافے کے لیے بنیادی تعلیم لازمی کردی جائے تاکہ نوخیز نسل پروان چڑھ کر ملی وقومی اور عالمی مسائل سے آگاہ ہوسکے، اور خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر قومی ترقی میں اہم کردار ادا کرسکے۔ ووٹ مقدس امانت ہے۔ یہ حق استعمال کرتے وقت اہلیت کے حامل امیدوار کا انتخاب کرسکے۔

وسائل کی کمی کے پیش نظر محلّہ کی مساجد میں ابتدائی تعلیم کے مرکز قائم کیے جائیں۔ اسلامیات میں ارکانِ اسلام اور اخلاق وآداب

شامل ہو، نماز، ادعیہ مسنونہ اور قرآنِ مجید کی چند سورتیں با ترجمہ شامل نصاب ہوں۔

سکولوں میں ناظرہ قرآن کی تعلیم لازمی ہو۔ سائنس کے عملی امتحان کی طرح سیکنڈری بورڈ ناظرہ قرآن خوانی کا امتحان بھی لے۔ میٹرک کی سند اُس وقت تک جاری نہ کی جب تک امیدوار قرآن خوانی اور قرآن فہمی میں عبور حاصل نہ کرلے۔

ناظرہ قرآن اور اسلامیات کی تدریس کے لیے پرائمری سکولوں میں بی۔اے، بی۔ایڈ کی تعلیم کے علاوہ حافظ قرآن ہونا ضروری ہو۔ قاری قرآن کو ترجیح دی جائے۔ سرکاری اداروں میں میٹرک تک تعلیم مفت ہے لیکن بے بہا فیس وفنڈ کی وجہ سے غریب طلباء کا کالج ویونیورسٹی میں تعلیم جاری رکھنا دشوار ہوگیا ہے۔ تعلیمی وطبی سہولتوں کا مفت فراہم کرنا جمہوری حکومت کا فرض ہے، حکومت اپنے اس فرض کو بخوبی ادا کرے۔

غیر ملکی مشنری و پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں قومی نصاب رائج کیا جائے۔ غیر مسلموں کو مذہبی تعلیم حاصل کرنے کے لیے سکول قائم کرنے کی اجازت ہو لیکن اُن میں مسلم طلباء کا داخلہ ممنوع ہو۔

ملک کے تمام تعلیمی اداروں کا نصاب یکساں ہو:

فہم قرآن وحدیث اور عرب ممالک میں گفت وشنید کی سہولت کے لیے عربی کی لازمی حیثیت برقرار رکھی جائے۔

پرائمری کے نصاب میں طب نبوی کی روشنی میں جسمانی صحت کے اصول وضوابط اور ابتدائی طبی امداد کے طریقے سائنس کے نصاب میں شامل کیے جائیں۔

قیام پاکستان کے بعد ابتدائی دور میں معاشرتی علوم کے حصہ تاریخ میں خلافت راشدہ سے خلافت عباسیہ تک کے حالات وواقعات شامل نصاب رہے ہیں۔ نظریہ پاکستان سے آگاہی اور دوقومی نظریہ کی ضرورت اور تشکیل پاکستان کی تحریک لازمی طور پر شامل نصاب ہو۔ لیکن نئی نسل کو اسلام کے سنہری دور سے متعارف نہ کرانا سراسر ناانصافی ہے۔ انگریزوں نے اپنے دور میں تاریخ خلافت عثمانیہ کو نصاب تعلیم کے کسی بھی درجے میں شامل نصاب نہیں کیا، وہی پالیسی آج تک برقرار ہے۔ اُن کا یہ جرم تھا کہ انھوں نے خشکی پر بحری جہاز دوڑا کر اہل مغرب کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا اور وسطی یورپ تک اسلامی پرچم لہرایا۔ چنانچہ مڈل سے بی۔اے تک تحریک پاکستان کے ساتھ عالم اسلام کے شاندار ماضی کو بھی شامل نصاب کیا جائے۔

میٹرک میں سائنس وآرٹس گروپ قائم ہیں، چنانچہ آرٹس گروپ میں تاریخ، جغرافیہ، شہریت اور اسلامیات کے مضامین شامل ہوں۔

انگلش بین الاقوامی زبان ہے۔ موجودہ دور میں اس کی افادیت سے انکار نہیں، پس اس کی حوصلہ افزائی کی جائے لیکن اس کو نصابی اور تدریسی حیثیت نہ دی جائے تاکہ دوسرے علوم میں اعلیٰ مہارت حاصل کرنے میں آڑے نہ آئے۔ چنانچہ نصابی اور تدریسی زبان قومی ہو، تاکہ بچوں کو علوم وفنون سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

فنی علوم اور دفتری امور قومی زبان میں منتقل کیے جائیں، البتہ جن محکموں کے معاملات انگریزی زبان میں ناگزیر ہوں، مثلاً امور خارجہ، سائنس وٹیکنالوجی وغیرہ ان محکموں میں بھرتی کے لیے محکمانہ اہلیت وصلاحیت کے علاوہ انگریز میں مہارت کی لازمی حیثیت برقرار رہے۔

انٹرمیڈیٹ اور بی۔اے سطح پر سائنس وآرٹس گروپ کی طرز پر اسلامی گروپ قائم کیا جائے۔ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے۔ زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری راہ نمائی کرتا ہے۔ اسلامی گروپ کے مضامین میں تفسیر القرآن، معارف الحدیث، علم الفقہ، تاریخ اسلام، اتحاد اسلامی، سیرت طیبہ ﷺ، سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم، اللہ تعالیٰ کا نظام عدل، اسلامی معیشت، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، الاحکام السلطانیہ وغیرہ ہوں۔ البتہ عورتوں کے لیے تاریخ صحابیات، تہذیب نسواں اور انسانی تعمیر وترقی میں عورتوں کا کردار جیسے مضامین کا اضافہ ہو۔ طلباء ان میں چناؤ کریں۔ سائنس گروپ میں یورپ پر اسلام کے احسان، میڈیکل گروپ میں طب نبوی اور جدید سائنس اور کامرس گروپ میں اسلام اور جدید معیشت وتجارت

کتب کو شامل نصاب کیا جائے۔

آرٹس گروپ کے مضامین سیاسیات، معاشیات، عمرانیات، نفسیات اور فلسفہ میں اسلامی وغیر اسلامی نظریات کا تقابلی جائزہ پیش کر کے ملحدانہ نظریات کی تردید کی جائے اور اسلام کے ہمہ گیر آفاقی اصولوں کو اجاگر کیا جائے، مثلاً سود کے مضرات اور زکوٰۃ کے ثمرات وغیرہ۔

فنی وسائنسی علوم کو قومی زبان میں منتقل کیا جائے۔عملی تجربات کے لیے وافر مقدار میں ضروری سامان مہیا کیا جائے۔اس شعبے میں ذہین نادار طلباء کو خصوصی الاؤنس دیا جائے۔

مخلوط نظام تعلیم کو ختم کیا جائے اور خواتین کے لیے علیحدہ یونیورسٹی اور فنی ادارے قائم کیے جائیں۔محکمانہ تربیت اور دفتری امور سرانجام دینے کے لیے عملہ خواتین پر مشتمل ہو۔

تعلیمی اداروں میں دارالمطالعہ کو مؤثر اور جاندار بنایا جائے۔ ہر جماعت کے ٹائم ٹیبل میں مطالعہ کے لیے ہفتہ وار چند پیریڈ مخصوص ہوں۔طلباء کے زیر مطالعہ کتب کو رجسٹر میں درج کیا جائے۔اسلامی دور کی درسگاہوں میں بچوں کو تیر اندازی، تیغ بازی اور گھڑ سواری کی مشق کرائی جاتی تھی، چنانچہ موجودہ دور میں طلباء کو فوجی تربیت لازمی دی جائے، تاکہ بوقت ضرورت ہر فرد مسلم جہاد جیسے اہم فریضے کو انجام دے سکے۔دورانِ تعلیم بچوں کی تعلیم وتزکیہ کا خصوصی انتظام کیا جائے اور انھیں صوم وصلوٰۃ کا پابند بنایا جائے۔ درس گاہ سے فارغ ہوتے وقت اس کے چال چلن سرٹیفکیٹ میں یہ تصدیق لازمی ہو کہ وہ صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے۔

غیر مسلم علاقوں میں مسلم طلباء کو فنی وسائنسی تحقیق کے سوا قطعاً نہ بھیجا جائے۔ وہاں اُن کی رہائش کا خصوصی انتظام کیا جائے تاکہ اسلامی تشخص برقرار رکھ سکیں اور وہ دوسروں کے لیے علم وعمل کا عمدہ نمونہ ہوں۔ وہ دوسرے مسلم ممالک سے آئے ہوئے مسلمان طلباء سے رابطہ قائم کریں۔شرعی وعقلی علوم پر تبادلہ خیال کریں، مزید برآں عالم اسلام کو درپیش مسائل کے حل کے لیے حتی المقدور کوشش کریں۔

تعلیمی درس گاہوں میں اساتذہ کا معیار زندگی بہتر بنانے کی کوشش کی جائے، تاکہ علم وعمل کے پیکر اور ذہین طلباء شعبہ تعلیم کی طرف رجوع کریں۔حاضر حال اساتذہ کو محکمانہ تربیت کے علاوہ تعلیم وتزکیہ کا کورس کرایا جائے، جس میں بحیثیت معلم اُن کو اخلاقی ذمہ داریوں کا احساس دلایا جائے اور نا اہل اور بے عمل اساتذہ کو برطرف کر دیا جائے۔

علمی وفنی ڈگری کے حصول کے لیے سخت نگرانی کے تحت سال میں دو دفعہ امتحان لیے جائیں۔لیکن طلباء کے لیے ایک ڈگری کے بعد دوسری ڈگری (میٹر کے بعد ایف۔اے) کا امتحان دینے کے لیے کسی قسم کے دورانیے (عموماً دو سال) کی شرط ختم کی جائے۔اس پر عمل کرنے سے طلباء سیاسی وفرقہ وارانہ سرگرمیوں میں وقت ضائع نہ کریں گے بلکہ اپنی صلاحیتوں کو تعلیمی میدان میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں صرف کریں گے۔ [1] ہمارے اسلاف کی زندہ وتابندہ روایت موجود ہے کہ انھوں نے اٹھارہ سال کی عمر مختلف قسم کے علوم وفنون حاصل کر لیے۔ پھر تدریسی دور میں تصنیف وتالیف اور تحقیق کے ذریعے علمی دنیا میں اپنا نام روشن کیا۔



(۱) ہمارے خیال میں محض مقررہ نصاب کو جلد از جلد مکمل کر لینے سے طالب علم میں مطلوبہ قابلیت اور لیاقت پیدا نہیں ہو سکتی کیونکہ بعض معاملات کا عقدہ ماحول کے مشاہدے سے حل ہوتا ہے جو بہرحال وقت کا متقاضی ہے۔ غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل لوگ بہت کم ہوتے ہیں، اس لیے ان کی سہولت کی خاطر اگر اکثریت کو نظر انداز کر دیا جائے تو خاطر خواہ فوائد کبھی حاصل نہ کیے جاسکیں گے۔اس بات کا بخوبی اندازہ ان پرائیویٹ امیدواران کی علمی حالت سے کیا جاسکتا ہے جو کم سے کم عرصے میں امتحانات میں کامیابی چاہتے ہیں اور اکثر کامیاب ہو بھی جاتے ہیں۔ بہرکیف کتابی مطالعے کے ساتھ ساتھ ماحولیاتی مشاہدے کی اہمیت وضرورت اپنی جگہ مسلم ہے۔(ح۔ح۔ن)

تذکرہ علمائے اہل حدیث

مولانا قاری محمد اسماعیل اسد حافظ آبادی رحمہ اللہ

عبدالحنان جانباز، سیالکوٹ

گزشتہ سال (۲۰۱۰ء) شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ کی علمی درس گاہ میں تقریب بخاری شریف کے انعقاد کے لیے راقم السطور کو دور حاضر کے محقق شہیر اور ممتاز عالم دین مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ سے فیصل آباد میں ان کے تحقیقاتی ادارے میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ دورانِ گفتگو راقم نے علماء کی تقریری خدمات کے مقابلے میں تحریری محنت کو سراہنے کی کوشش کی تو مولانا بھانپ گئے۔ میری بات سن کر فرمانے لگے: ایسی بات نہیں ہے۔ ہمارے واعظین فوج کا وہ ہراول دستہ ہیں جو میدانِ جنگ میں سب سے پہلے اترتے ہیں۔ سرد وگرم حالات کا سب سے پہلے وہی مقابلہ کرتے ہیں۔ شیخ کی یہ بات میرے لیے کچھ عجیب سی تھی جو اس وقت سمجھ میں نہ آئی، مگر آہستہ آہستہ غور کرنے پر عقدہ کھلا کہ واقعی میدانِ تبلیغ کے شیر تو واعظین ہی ہوتے ہیں۔

یہاں میں جس شخصیت کا تذکرہ کرنے جا رہا ہوں وہ بھی انھی اوصاف سے متصف تھے اور حقیقت میں بھی اللہ کے شیر تھے۔ میری مراد مولانا حافظ قاری محمد اسماعیل اسد (حافظ آبادی رحمہ اللہ) ہیں۔ اگرچہ وہ نام کے حافظ آبادی تھے مگر ہم نے انھیں سیالکوٹ میں یہی دعوت وتبلیغ میں مصروفِ عمل دیکھا۔

ولادت اور ابتدائی تعلیم:

قاری محمد اسماعیل صاحب اسد رحمہ اللہ ۱۹۴۱ء میں تحصیل ویرووال، ضلع امرتسر (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی مولانا حکیم محمد ابراہیم رحمہ اللہ صالح اور باعمل عالم دین تھے۔ قاری صاحب ابھی دوسری جماعت میں تھے کہ قیامِ پاکستان کا اعلان ہوگیا۔ آپ اپنے خاندان کے ساتھ ہجرت کرکے پاکستان کے شہر حافظ آباد میں سکونت پذیر ہوئے۔ آج حافظ آباد میں جہاں جامع مسجد قدس اہل حدیث کھڑی نظر آتی ہے، یہاں کبھی ہندوؤں کے دو بڑے بڑے مندر ہوا کرتے تھے۔ حافظ محمد ابراہیم باقی پوری، مولانا ابوالحسن، حافظ محمد یحییٰ حافظ آبادی اور قاری محمد اسماعیل اسد کے والد محترم مولانا حکیم محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہم نے علاقے کے نوجوانوں کے ساتھ مل کر ان مندروں کو مسمار کرتے ہوئے راتوں رات ملبہ ہٹا کر مسجد کی بنیاد رکھ دی اور صبح کے وقت اذان فجر پڑھ کر نماز فجر بھی ادا کر دی۔ مندر گرائے جانے کے لیے سب سے پہلی ضرب لگانے کا شرف قاری صاحب کے والد محترم مولانا حکیم محمد ابراہیم کو حاصل ہوا۔ بعدازاں قاری صاحب نے اسی مسجد میں قاری حافظ سراج دین [1] سے قرآنِ پاک حفظ کیا۔

۱۹۵۳ء میں مولانا حافظ محمد یحییٰ حافظ آبادی اور قاری صاحب کے والد محترم حکیم محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہما تحریک ختم نبوت میں حصہ لینے کی پاداش میں پس دیوار زنداں چلے گئے تو نمازِ تراویح میں قاری محمد اسماعیل صاحب اسد رحمہ اللہ کو اپنا پہلا مصلیٰ حضرت مولانا حافظ محمد یحییٰ رحمہ اللہ کی مسجد ''مبارک'' میں سنانے کا اعزاز حاصل ہوا۔ انھی دنوں میاں فضل حق (ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان) کی معاونت سے جامع مسجد مبارک حافظ آباد میں دینی مدرسہ ''دارالحدیث محمدیہ'' کا اجرا ہوا جس میں پہلے معلم مولانا فضل الرحمٰن کلیم کاشمیری رحمہ اللہ تعینات ہوئے، موصوف استاذ المحدثین حضرت

(۱) جو اس وقت تو بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے تھے لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے انھیں عمل بالحدیث کی طرف راغب فرمایا تو انھوں نے باقاعدہ مسلک اہل حدیث قبول فرمالیا۔ (عبدالحنان)

العلام حافظ محمد گوندلوی اور امام العصر مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہما کے شاگرد تھے۔ درس نظامی کی تعلیم کے لیے قاری صاحب نے بھی یہیں داخلہ لے لیا۔ صرف ونحو کی ابتدائی کتب مولانا فضل الرحمٰن کلیم رحمہ اللہ سے پڑھیں جبکہ بخاری کا سبق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مشتاق احمد رحمہ اللہ (ڈیرہ غازی خان والے) سے لیا جو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالتواب محدث ملتانی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ ان کے علاوہ علامہ محمد یوسف کلکتوی رحمہ اللہ اور مولانا ڈاکٹر عبدالرشید اظہر حفظہ اللہ بھی یہیں میں مدرس رہے۔ امتحانات کے لیے مولانا شرف الدین دہلوی رحمہ اللہ، جو شیخ الکل سیّد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے،تشریف لاتے تھے۔ قاری صاحب رحمہ اللہ فاضل عربی کے امتحانات کی تیاری کے لیے مولانا سیّد محمد داود غزنوی رحمہ اللہ کے مدرسہ ''تقویۃ الاسلام'' (شیش محل روڈ، لاہور) چلے آئے۔ یہاں قاری صاحب رحمہ اللہ نے مولانا محمد اسحاق حسینوی رحمہ اللہ اور مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی حفظہ اللہ سے کسب فیض کیا۔ اس کے بعد کچھ عرصے کے لیے مولانا انور شاہ کاشمیری کے شاگرد مولانا محمد چراغ رحمہ اللہ کے مدرسہ جامعہ عربیہ (گوجرانوالہ) میں بھی زیر تعلیم رہے۔ قاری صاحب رحمہ اللہ نے پاکستان طبیہ کالج (ریلوے روڈ، لاہور) سے بھی سند فراغت حاصل کی۔

عملی زندگی کا آغاز:

عملی زندگی کے لیے کراچی چلے گئے۔ وہاں امام عبدالستار دہلوی رحمہ اللہ کے زیر سایہ خطابت اور درس وتدریس کا آغاز کیا۔ حافظ محمد اسماعیل روپڑی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ''قیوم منزل'' کراچی میں قاری صاحب کو بھی ایک عرصہ تک قرآنِ پاک سنانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس کے علاوہ کراچی میں قیام کے دوران اس دور میں ہونے والی سات روزہ اہل حدیث کانفرنس کے انعقاد کا بھی موقع ملا۔

سیالکوٹ آمد اور تدریس وتلامذہ:

کراچی چونکہ گھر سے بہت دور تھا، اس لیے والدین کی خواہش پر واپس پنجاب آ گئے۔ پہلے سرگودھا میں رہے اور پھر سیالکوٹ تشریف لے آئے۔ سیالکوٹ میں جامع مسجد اہل حدیث، محلّہ احمد پورہ (جو شہید ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کا آبائی محلّہ تھا) میں خطابت کا آغاز کیا۔ اس دوران ایک کتاب "الكلمة الكلفية في قراءات سورة الفاتحة" لکھی۔ یہ کتاب بارہا زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔

۲۹/ مارچ ۱۹۷۴ء کو مرکزی جامع مسجد اہل حدیث (پل ایک) میں خطابت اور درس وتدریس کا آغاز کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت جلد اہل علاقہ کے دلوں میں ان کے لیے محبت کے جذبات پیدا فرما دیئے۔ امام العصر مولانا حافظ محمد شریف سیالکوٹی رحمہ اللہ کی رحلت کے بعد دعوت وتبلیغ کا کام بھرپور طریقے سے جاری رکھنے کی سعادت جو قاری محمد اسماعیل اسد رحمہ اللہ کو نصیب ہوئی وہ کسی اور کا مقدر نہ بن سکی۔ قاری صاحب نے اپنے ایام کار کے دوران پہلے نو سال تک نماز فجر کے بعد بلاناغہ درسِ قرآن دیا، پھر ایک دینی مدرسہ ''دارالحدیث'' کے نام سے اسی مسجد میں شروع کیا۔ پہلی جماعت سے لے کر بخاری شریف تک کے تمام اسباق خود پڑھاتے۔ دینی مدرسہ ۱۹۸۲ء تک جاری رہا، اس کے بعد غیر فعال ہو گیا۔

قاری اسماعیل اسد رحمہ اللہ کے شاگردوں میں پروفیسر مولانا محمد سعید کلیروی، مولانا فاروق اصغر صارم رحمہ اللہ اور مولانا محمد اسلم بٹر کے نام نمایاں ہیں۔ اس دوران قاری صاحب کو سالانہ عظیم الشان اہل حدیث کانفرنسز کے انعقاد کا بھی خوب موقع ملا، جسے وہ ہر سال پورے تزک واحتشام سے منعقد کرواتے تھے۔ آپ نے جس بھرپور انداز میں دین کا کام کیا شاید یہی وجہ ہے کہ آج جامع مسجد اہل حدیث (پل ایک) کے گرد ونواح اور قصبات ودیہات میں لاتعداد اہل حدیث مساجد تعمیر ہو چکی ہیں اور ہنوز یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ غالبًا یہ ان کے اخلاص کی برکت ہے۔

مرکزی جامع مسجد اہل حدیث (پل ایک) کی توسیع اور قاری صاحب رحمہ اللہ کا کردار:

مرکزی جامع مسجد اہل حدیث (پل ایک) کی مشرقی جانب والی اراضی علاقے کی ایک معروف سماجی خاتون کارکن امینہ غنی کی ملکیت تھی۔ حافظ محمد شریف رحمہ اللہ کی زندگی بھر یہ کوشش رہی کہ مذکورہ اراضی

مسجد کے لیے خرید لی جائے مگر ایسا نہ ہوسکا۔ حافظ محمد شریف رحمہ اللہ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد امینہ غنی نے ایک خاص منصوبے کے تحت مسجد انتظامیہ کو راضی کرلیا کہ مسجد کی توسیع اور اس کے انتظامات کا اختیار اگر اسے دے دیا جائے تو وہ اپنی جائیداد مسجد کے زیر انتظام ٹرسٹ میں دے دیں گی۔

مسجد انتظامیہ کے بزرگ عہدہ داروں کی ایک میٹنگ بلائی گئی، اس مجلس میں قاری صاحب بھی مدعو تھے۔ تمام بزرگوں نے مذکورہ خاتون کو مبارک بادیں دیں۔ جب قاری صاحب کی باری آئی تو قاری صاحب نے فرمایا: محترمہ! یہ مسجد، اس مسجد کی انتظامیہ اور ہم سب مسلکاً اہل حدیث ہیں۔ ہماری جماعت اہل حدیث ایک خود مختار مذہبی جماعت ہے، جس کا اپنا دستور اور لائحہ عمل ہے۔ اس دستور کے تحت آپ کو ہماری جماعت اہل حدیث کا رکنیت فارم پر کرنا ہوگا۔ اس کے بعد توسیع سمیت مسجد کے تمام انتظام واختیارات ہم آپ کو دے دیں گے۔ امینہ غنی قاری صاحب کی بات سن کر بھڑک اٹھی اور کہنے لگی: میں اجتماعیت کی بات کرتی ہوں اور آپ فرقہ واریت کی بات کرتے ہیں۔ یہ بات میرے منشور کے خلاف ہے۔ قاری صاحب نے فرمایا ہمارا منشور آپ کے منشور سے متصادم ہے، لہٰذا اپنی مسجد کی توسیع اور انتظامات ہم خود کرتے آرہے ہیں اور خود ہی کرتے رہیں گے۔ ہمیں آپ کے تعاون کی ضرورت نہیں۔

۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں بھی قاری صاحب نے بھرپور حصہ لیا۔ سیالکوٹ میں بڑے بڑے جلسوں اور اجتماعات میں ایمان افروز خطاب کیے اور حکومتی رویوں کے خلاف نکلنے والے جلوسوں کی قیادت کی۔ کئی بار اسی جرم میں پولیس گرفتار کرنے کے لیے جامع مسجد اہل حدیث پل ایک آئی مگر ناکام لوٹی۔

عظیم الشان کانفرنس کا آغاز اور تسلسل:

ایک اطلاع کے مطابق جامع مسجد اہل حدیث (پل ایک) پر ہونے والی سالانہ عظیم الشان کانفرنس دراصل ہندوستان میں شروع ہونے والی اہل حدیث کانفرنس کا تسلسل ہے جس کا آغاز مناظر اسلام، فاتح قادیان مولانا ابولوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے امرتسر میں کیا تھا، جس میں اس دور کے جید علماء وشیوخ شرکت فرمایا کرتے تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد امام العصر مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کے شاگرد حافظ محمد شریف سیالکوٹی رحمہ اللہ نے جامع مسجد اہل حدیث (پل ایک) سیالکوٹ میں اسی تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے کانفرنس کا انعقاد جاری رکھا۔ یہ کانفرنس ملکی تاریخ کی سب سے پرانی اور معروف کانفرنس ہے۔ اس کانفرنس کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ ملک کے ہر اہل حدیث عالم کو یہاں مدعو کیا گیا ہے۔ اس سال (۲۰۱۱ء) ہونے والی کانفرنس طبع شدہ اشتہار کے مطابق ۱۰۳ ویں سالانہ کانفرنس تھی۔ حافظ محمد شریف سیالکوٹی رحمہ اللہ کے بعد اس عظیم الشان کانفرنس کا جاری رہنا دراصل قاری حافظ محمد اسماعیل صاحب اسد حافظ آبادی رحمہ اللہ کی محنت کا ثمرہ ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ کے ساتھ قاری صاحب کا تعلق نہایت عقیدت مندانہ تھا۔ مولانا سے ملاقات کے لیے قاری صاحب اکثر مدرسہ میں تشریف لاتے تھے۔ مولانا کی وفات کے بعد بھی مدرسہ میں قاری صاحب کی آمد ورفت برابر جاری رہی۔ خوش شکل، خوش الحان، خوب رو، کشادہ پیشانی، چوڑا سینہ، تقریر کے لیے کھڑے ہوتے تو محسوس ہوتا کہ ؎

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن تو ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

حالیہ رمضان المبارک میں جب جامعہ تشریف لائے تو بندہ ناچیز کے لیے کامل محبت اور پورے اخلاص کے ساتھ دو بوتل شربت بادام لے کر آئے، جنھیں یہ کہہ کر پیش کیا کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا ہے اور ساتھ ہی اپنی والدہ محترمہ کی صحت یابی کے لیے دعا کی بھی درخواست کی۔

مولانا حافظ قاری محمد اسماعیل صاحب اسد رحمہ اللہ سیالکوٹ میں جماعت اہل حدیث کے ان مخصوص افراد میں سے تھے کہ جن کے تذکرے کے بغیر تاریخ سیالکوٹ ادھوری اور نامکمل ہوگی۔

حالیہ مصروفیات:

قاری صاحب اپنے علاقہ حافظ آباد میں اپنے والد محترم کی مسند

خطابت پر جامع مسجد مبارک اہل حدیث بطور خطیب اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ اس کے علاوہ والد صاحب کے نام سے موسوم مدرسہ جامعہ ابراہیمیہ للبنات حافظ آباد میں تدریسی خدمات پر معمور تھے کہ بلاوا آ گیا اور خالق حقیقی کے پاس چلے گئے۔ وسائل کے باوجود جماعتی سطح پر سیالکوٹ سے دس افراد کا قافلہ بھی نماز جنازے میں شرکت نہ کرسکا۔ انفرادی طور پر چند احباب شریک ہوئے۔ مورخہ ۲۰۱۱-۱۱-۱۲ کو جماعتی تڑپ رکھنے والے شریک جنازہ نوجوان محترم یاسر منیر صدیقی کا پیغام بذریعہ موبائل فون موصول ہوا۔ جو نذر قارئین ہے:

"کل مجھے شیخ الحدیث قاری محمد اسماعیل اسد رحمہ اللہ حافظ آبادی کے جنازے میں شمولیت کا موقع میسر آیا، مگر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے قائدین اور اہل حدیث یوتھ فورس پاکستان کے قائدین کی عدم شمولیت وہاں موجود تمام اہل حدیثوں کے لیے لمحہ فکریہ تھی۔"

مسلک کے ایسے نڈر اور بے باک مجاہد کی خدمات مدتوں یاد رہیں گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے اور ان کی زندگی بھر کی لغزشوں سے درگزر فرما کر ان سے عفو وکرم کا معاملہ فرمائے۔

اللهم غفر له وارحمه وأنت الأعز الأكرم،
اللهم إنك عفو تحب العف فاعف عنا.



حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداس پوری حفظہ اللہ کا اظہار تعزیت

گزشتہ دنوں جماعت اہل حدیث پاکستان کی ممتاز شخصیات انتقال فرما گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مفکر اسلام حضرت مولانا معین الدین لکھوی، حافظ محمد اسماعیل اسد اور بعد ازاں ان کی والدہ بھی داعی اجل کو لبیک کہہ گئیں۔ اسی طرح جماعت اہل حدیث کے راہنما حافظ عبداللہ شیخوپوری کی بیوہ محترمہ اور حافظ عبدالحمید عامر جہلم کی ہمشیرہ بھی وفات پا گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی اور اسی طرح دیگر فوت شدگان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے، آمین۔ بندہ ان تمام مرحومین کے لواحقین کے غم میں شریک اور صبر جمیل کے لیے دعا گو ہے۔ والسلام

(آپ کا دیرینہ خادم (مولانا) محمد عبداللہ گورداس پوری، بورے والا۔)

حافظ محمد اسماعیل اسد حافظ آبادی مرحوم کی والدہ وفات پا گئیں

جماعت اہل حدیث کے ممتاز عالم دین حافظ محمد اسماعیل اسد گزشتہ ماہ وفات پا گئے تھے۔ یکم جنوری ۲۰۱۲ء بروز اتوار ان کی والدہ محترمہ اور حضرت مولانا محمد ابراہیم حافظ آبادی کی اہلیہ بھی وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا محمد ابراہیم مرحوم کے خاندان کے لیے یہ صدمہ جانکاہ بڑا شدید ہے۔ اللہ کریم لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے اور مرحومین کی مغفرت فرمائے، آمین۔

(جماعت اہل حدیث حافظ آباد)

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

رخ صبح نما

شاعر: عطاء اللہ عزیز
ناشر: ایم پبلی کیشنز، گوجراں والا
قیمت: ٢٠٠ روپے
ضخامت: ١٤٤ صفحات
مبصرہ: امّ عبدمنیب

شاعری قلب وروح کے اندر طلاطم خیز جذبات کے اس اظہار کا نام ہے جو پابند عروض ووزن ہونے کے ساتھ ساتھ، فصاحت وبلاغت، تشبیہ واستعارہ، رمز وکنایہ اور شستگی وشائستگی کے ایسے پیرائے میں ہو جو قاری کے ذوقِ لطیف کو نرمی کے ساتھ جگاتا، گرماتا اور اپنے ساتھ ساتھ چلانے کے لیے آمادہ کرتا چلا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقوام کی قسمت کا دھارا موڑنے میں ہر دور اور ہر معاشرے میں شاعری نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

اردو زبان کی پیدائش کے ساتھ ہی اس میں شعر وسخن کا دور بھی شروع ہوگیا، جیسے جیسے یہ زبان ترقی کرتی گئی، شاعری میں بھی نکھار آتا گیا۔

دینی واخلاقی شاعری کے ساتھ ساتھ شاعری پر عریانی اور حیا باختگی کا افسوس ناک دور بھی گزرا ہے لیکن علامہ محمد اقبال، خواجہ الطاف حسین حالی، خواجہ دل محمد، مولانا اسماعیل میرٹھی اور امیر مینائی جیسے شعراء نے اسے اس دلدل سے نکال کر اسے تازہ روئیدگی اور پاکیزہ بالیدگی عطا کی۔

دورِ حاضر میں بھی ان شاعروں کی کمی نہیں جو کھلم کھلا الحاد اور اباحیت پسندی کے بھنور میں پھنسے ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں اور وہ شاعر حضرات بھی موجود ہیں جو اشارۃً دین حق کی اقدار وروایات کی تنقیص کرنے اور اس راہِ وفا پر چلنے والوں کو طنز کا نشانہ بنانے کی فکر میں اپنے قلم کو متحرک رکھے ہوئے ہیں۔

زیر نظر شعری مجموعہ ''رخِ صبح نما'' دیکھ کر خوشی ہوئی کہ محترم عطاء اللہ عزیز صاحب نے ناموسِ قلم کی حفاظت کا خیال رکھا اور کسی بھی فکری ولفظی آلودگی کا سایہ اس پر نہیں پڑنے دیا۔ موصوف کی تعلیم وتربیت ایک دین پسند اور سادہ مزاج خاتون کی گود میں ہوئی، یقیناً اس مکتب مادر کا اثر بھی ان کے افکار میں شامل ہوگا۔ نیز موصوف محترم جناب عطاء اللہ عزیز صاحب کو قاری نعیم الحق نعیم جیسے مجاہد پیشہ صحافی کا بھائی ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے جو نوجوانی میں ہی زاہدانہ مزاج رکھتے تھے، ساتھ ساتھ وہ سیف قلم اور سیف رزم کے بھی دھنی تھے اور اسی رستے میں انھوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اللہ کرے کہ ان کا مجموعہ کلام بھی جلد منظر عام پر آجائے۔

محترم عطاء اللہ عزیز نے اپنے اشعار کے ذریعے معاشرے کی بے حسی اور اپنی زندہ اقدار سے بے رخی کا کرب ناک اظہار بھی کیا ہے اور اس بے حسی کی دبیز چادر اوڑھ کر سونے والوں کو جگانے کا کام بھی کیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

؎ کرنوں کرنوں ہوگا جب اک نور محل تعمیر
کالک کالک خوف نہ ہوگا چانن پہرا آئے گا

؎ دیکھا تو بہت دیکھا اک تارِ نظر باندھا
پھر بھی نہ کھلا منظر اور دکھنے لگی آنکھیں

؎ بڑی ہی بے سروپا قامتیں ہیں

رعونت ہے کہ گھٹ جائے تو اچھا

ے یقین جاتا ہے پر گمان رہتا ہے
اڑے جو رنگ تو باقی نشان رہتا ہے

ے فکر روشن فقط بہانہ ہے
اصل میں روشنی نشانہ ہے

ے پانی پانی ہوجاتا ہے اندر گدلا جائے تو
ساتھ لیے جاروب ازالہ بہتا ہے گھر دھوتا ہے

شاعر موصوف کی شاعری سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ ان کے پاس فارسی اور عربی کے الفاظ کا وسیع ذخیرہ بھی ہے اور انھیں برمحل خوب صورتی سے برتنے کا فن بھی۔ دورِ حاضر کے نام نہاد کم علم شعراء کے برعکس ہر غزل میں ایک ہی طرح کے الفاظ یا ایک ہی مضمون کا توارد بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

اس سے قبل محترم موصوف کا شعری مجموعہ ''خواب رنگ'' بھی شائع ہو چکا ہے۔ گو وہ نظر سے نہیں گزرا، یقیناً وہ بھی عمدہ اور شستہ خیالات کا مرقع ہوگا۔

درجِ ذیل دو شعر وزن سے گرے ہوئے محسوس ہوئے، نا معلوم یہ میری غلط فہمی ہے یا محترم عطاء اللہ عزیز صاحب کا سہو۔

گاتے ہیں بہت شوق سے وہ اونچے سروں میں
رہتے ہیں جو سناٹوں میں، سنسان جگھوں میں
اپنا ہی اجالا انھیں کر دیتا ہے بیدار
اک رنگ سا آجاتا ہے بے رنگ صبحوں میں

ان اشعار میں ''جگھوں'' اور ''صبحوں'' کا استعمال وزن کے منافی ہے۔

ذوقِ سلیم رکھنے والے قارئین کے لیے ''رخِ صبح نما'' ایک اچھا اور لائق مطالعہ شعری مجموعہ ہے۔



فهرست اردو کتب

لائبریری مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور

۳۳۱، ۲۹۷ علامہ ابوبکر علاء الدین الکاسانی، مترجم: پروفیسر خان محمد چاولہ۔

ق ۱۷۱ب بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ص: ۸۹۴۔ مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، نسبت روڈ، لاہور۔ جنوری ۱۹۸۷ء

۳۳۱، ۲۹۷ امیر علی، مترجم فتاویٰ عالمگیری۔

م۱۸۲ ۶ عین الہدایہ، ۴ مجلد۔ ادارہ نشریات اسلام، اردو بازار، لاہور۔

۳۳۱، ۲۹۷ مفتی محمد مظہر اللہ شاہ دہلوی

م ۶۵۵ ا ارکان دین، ص ۳۲۔ انجمن غلامان مصطفیٰ، برج کلاں، ضلع قصور۔ ۱۹۷۷ء/ ۱۳۹۷ھ

۳۳۱، ۲۹۷ مولانا نور محمد

ن ۸۷۸ش شہباز شریعت محشی بہ شیر طریقت، ص: ۴۱۸، مطبع محمدی، لاہور۔

۳۳۱، ۲۹۷ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ

و ۸۶ ح حجۃ اللہ البالغہ، ص ۱۰۷۔ مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور۔

۳۳۱، ۲۹۷ محمد یوسف لدھیانوی

ی ۸۱۴ ا اختلاف امت اور صراطِ مستقیم (حصہ دوم)، ص: ۲۴۰۔ ماہنامہ بینات، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

۳۳۴، ۲۹۷ ابن القیم الجوزیہ

ق ۸۷ ا اعلام الموقعین عن رب العالمین، جلد: ۵، ص: ۱۵۰۳۔ اہل حدیث اکادمی، کشمیری بازار، لاہور

۳۳۴، ۲۹۷ خمینی

خ ۶۷ت تحریر الوسیلہ (اردو)، ۴ مجلد۔ مؤسسۃ تنظیم ونشر آثار خمینی۔ ۱۴۱۳ھ

۳۵، ۲۹۷ احمد رضا خان

ا ۲۸۱ ع فتاویٰ رضویہ، ج: ۱، ۳، ۵۔ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، لائکپور۔

۳۵، ۲۹۷ احمد علی (مجموعہ ۳ کتب)

۲۹۱ م ۱۔ مجموعہ فتاویٰ میلاد شریف وعرس ومیلاد وغیرہ، ص: ۲۴۔ مطبع مجتبائی، دہلی۔ ۱۹۰۰ء

۲۔ اثبات حدوث عالم وابطال قدامت مادہ وروح، حافظ محمد ادریس کاندھلوی۔

۳۔ عقائد الاسلام، ص: ۳۱۰۔ حافظ محمد ادریس کاندھلوی۔

۳۵، ۲۹۷ مفتی رشید احمد لدھیانوی

ر ۶۴ ا احسن الفتاویٰ، ص: ۶۰۸۔ قرآن محل مقابل مولوی مسافر، خانہ کراچی۔

۳۵، ۲۹۷ اشرف علی تھانوی

ا ۴۵۵ ا امداد الفتاویٰ معروف بہ فتاویٰ اشرفیہ، ۴ مجلد۔ ادارہ اشرف العلوم، کراچی۔

۳۵، ۲۹۷ اشرف علی تھانوی

ا ۴۵۵ ف فتاویٰ اشرفیہ، حصہ: اوّل، ثالث۔ مطبع مجیدی واقع کانپور۔

۳۵، ۲۹۷ احمد رضا خان

ا۲۸۱د الدلائل القاہرہ، ص: ۴۴۔ انجمن ارشاد المسلمین، حمید نظامی روڈ، لاہور۔ جنوری ۱۹۷۸ء

۳۵،۲۹۷ مولانا محمد رئیس احمد ندوی

ا۲۹۵و ویران مقابر اور اوقاف کے بدلتے احکام، ص: ۸۸۔ مکتبہ ترجمان، اہل حدیث منزل، اردو بازار، دہلی۔ ۱۹۹۸ء

۳۵،۲۹۷ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ وغیرہ کا فتویٰ

ب۱۸۲ا اسلام میں عورت کی حکمرانی کا تصور (رشحاتِ فکر)، ص: ۲۴۔ ادارہ علوم اسلامی، جھنگ۔

۳۵،۲۹۷ الشیخ عبدالعزیز بن باز

ب۱۸۲ع عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت (فتوی)، ص: ۱۶۔ مرکز الدعوۃ، اسلام آباد۔ ۱۹۸۱ء

۳۵،۲۹۷ مولانا محمد بدیع الزمان (مجموعہ ۲ کتب)

ب۳۹۵ف ا۔ فتح المبین علی ردّ مذاہب المقلدین، ص: ۲۹۸۔ مطبع محمدی، لاہور۔

۲۔ الظفر المبین فی ردّ مغالطات المقلدین، حصہ: اوّل، ثانی۔ محی الدین، تاجر کتب، مطبع صدیقی، لاہور۔

۳۵،۲۹۷ مفتی عبدالسلام بستوی

ب۵۲۴ا اسلامی فتاویٰ، جلد اوّل، ص: ۲۸۶۔ کتب خانہ مسعودیہ، اردو بازار، دہلی۔

۳۵،۲۹۷ عبدالعزیز بن باز (مجموعہ ۵ کتب)

ب۱۸۲و وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی کا اہم ترین فتویٰ حیات عیسیٰ علیہ السلام کا منکر کافر ہے، ص: ۳۱۔ ادارہ مرکزیہ دعوت وارشاد، چنیوٹ۔

۲۔ منح الشکور فی شرح فتح الغفور فی تحقیق وضع الیدین علی الصدور (عربی)، محمد صادق خلیل۔

۳۔ ازاحۃ الشبہات فی مسئلۃ الدعاء بعد الصلوات (عربی)، مولوی نقیب احمد۔

۴۔ تحدید نسل اور اسلام، ص: ۱۱۲۔ نقیب احمد۔

۵۔ الاقلیۃ المسلمۃ فی جنوب المحیط الہادی (عربی)، عبدالقادر بخش۔

۳۵،۲۹۷ مولانا ثناء اللہ امرتسری

ث۲۷ف فتاویٰ ثنائیہ، ج: اوّل، دوم۔ ادارہ ترجمان السنہ، لاہور۔ فروری ۱۹۷۲۔

۳۵،۲۹۷ حافظ ثناء اللہ مدنی

ث۲۷ف فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، ص: ۸۸۶۔ دارالارشاد لاہور۔

۳۵،۲۹۷ ابن الحسین

ح۵۲ف فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر، ص: ۹۸۔ ادارہ فلاح ملت، ملتان شہر۔

۳۵،۲۹۷ ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

ح۲۷۴س سب سے پہلا فتویٰ تکفیر، ص: ۴۹۲۔ رئیس الاحرار اکادمی، فیصل آباد۔ جولائی ۱۹۹۷ء

۳۵،۲۹۷ ابوالحسن مبشر احمد ربانی

ر۴۵آ آپ کے سوال قرآن وسنت کی روشنی میں، ص: ۵۱۴۔ ظہیر الدین بابر منصور پوری، جڑانوالہ، فیصل آباد۔

۳۵،۲۹۷ مفتی محمد سعد اللہ طاب

س۶۹۵م الفتاویٰ السعدیہ فی الفروع الحنفیہ، ص: ۱۵۲۔ مطبع مجتبائی، دہلی۔

۳۵،۲۹۷ ابوالحسنات علی محمد سعیدی

س۴۰۹۷ف فتاویٰ علماء حدیث، ج: ۱،۲،۳،۵،۶،۷،۹،۱۱،۱۳۔ مکتبہ سعیدیہ، خانیوال، ملتان۔

۲۔ جلد اوّل، ص: ۱۳۵۔ مکتبہ مولانا ثناء اللہ امرتسری، اکیڈمی، دلی۔ مئی ۱۹۸۱ء

۳۵،۲۹۷ مولانا شمس الحق عظیم آبادی

ش ۶۸ ف فتاویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی، ص: ۴۶۶۔ علمی اکیڈمی، فاؤنڈیشن، کراچی۔ ۱۹۸۹ء

۳۵،۲۹۷ اکابر دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث علماء کے متفقہ فتوے، ص: ۵۶۔ تحریک نفاذ فقہ حنفیہ، پاکستان۔

ش ۹۶ شیعوں کے تعاون سے قرآنِ مجید کا ترجمہ کرنا قطعاً ناجائز ہے، ص: ۵۶۔

۳۵،۲۹۷ سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیم آلِ شیخ

ش ۸۴ م تمباکو نوشی کے بارے میں فتویٰ، ص: ۱۶۔ ناظم جامع مسجد بیت السلام، عزیز آباد، کراچی۔

۳۵،۲۹۷ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فتویٰ، تالیف: ڈاکٹر ابوسلمان سندھی۔

س ۸۴ ح دارالحرب، تاریخی وسیاسی اہمیت، ص: ۲۴۔ مجلس یادگار شیخ الاسلام پاکستان، کراچی۔

۳۵،۲۹۷ ڈاکٹر احمد علی سراج

س ۱۴۱ م مجموعہ فتاویٰ ''فتنہ پرویزیت کے کفر وارتداد'' شعبہ نشر و اشاعت انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ، کویت۔

۳۵،۲۹۷ نواب صدیق حسن خان (مجموعہ ۴ کتب)

ص ۵۲ م مجموعہ فتاویٰ، جلد: ۲۔ ترجمہ حل سوالات مشکلہ، ص: ۵۰۔

۲۔ مجموعہ فتاویٰ، جلد: ۱۔ از متعدد علمائے اہل حدیث، ص: ۸۰ طبع صدیقی واقع شہر لاہور۔

۳۔ مجموعہ اوراق فی مذاکرۃ الطلاق، محمد عبید اللہ، ص: ۴۰۔ مطبع چودھویں صدی طبع شد۔

۴۔ شد النطاق فیما یلحق من الطلاق، مولانا محمد ہاشم سندھی، ص: ۲۴۔

۳۵،۲۹۷ حافظ عبداللہ امرتسری روپڑی (مجموعہ ۶ کتب)

ع ۵۸ ر ریڈیو ورؤیت ہلال، ص: ۵۵۔ ادارہ دینیات، جامع قدس اہل حدیث، چوک دالگراں، لاہور۔

۲۔ لاؤڈ سپیکر اور نماز، ص: ۴۴ // // //

۳۔ حکومت اور علماء ربانی، ص: ۸۵ // //

۴۔ ردّ بدعات، ص: ۱۲۸ // // //

۵۔ وسیلہ بزرگان، ص: ۶۴ // // //

۶۔ عرس اور گیارھویں، ص: ۵۶ // // //

۳۵،۲۹۷ عنایت اللہ اثری

ع ۹۶ ع عدوان المفتی فی رمیہ مسلماً بکفر فالیہ یرجع مابہ یفتی، ص: ۳۴۔ طبع میر الطاف صاحب سیکشنل آفیسر ہائی وے ڈیپارٹمنٹ، کہوٹہ، راولپنڈی۔

۳۵،۲۹۷ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

ع ۳۵ ف فتاویٰ عزیزی (فارسی)، جلد: ۱،۲ مطبع مجتبائی، دہلی

۳۵،۲۹۷ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی

۶۳۴ ف فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج: ۱ تا ۱۲۔ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

۳۵،۲۹۷ ابومحمد حافظ عبدالستار الحماد

ع ۲۷۲ ف فتاویٰ اصحاب الحدیث، جلد اوّل، ص: ۵۰۰۔ مکتبہ اسلامیہ، لاہور۔

۳۵،۲۹۷ مولانا عبدالحی لکھنوی

ع ۱۳ م مجموعہ فتاویٰ، ج: ۱،۲،۳۔ مطبع یوسفی واقع فرنگی شہر لکھنؤ۔

۳۵،۲۹۷ عبدالغفور اثری

ع ۴۵ م ماہ رمضان المبارک، بعض ایجاد کردہ بدعات کے ردّ میں فتاویٰ علمائے اہل حدیث، ص: ۳۹۔ اتحاد مشین ہاؤس، مسلم بازار، سیالکوٹ۔

۳۵،۲۹۷ علامہ مفتی عبدالحکیم نصیر آبادی

ع ۲۹ ن نجات المومنین فی اتباع سیّد المرسلین، ص: ۵۹۵۔ مقبول بک سٹال، شیخوپورہ۔

۲۹۷،۳۵ مولانا عبدالعزیز
ع۱۴۱ن نصرۃ الابرار، ص: ۹۶۔ مطبع صحافی، لاہور۔
۲۹۷،۳۵ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ
ک۵ک کفایت المفتی، ج: ۱تا ۶، ۸، ۹۔ مکتبہ امدادیہ، ملتان۔
۲۹۷،۳۵ محمد مظہر الحق انصاری
م۶۵۵ف فتاویٰ عثمانی، ص: ۳۶۷۔ قانونی کتب خانہ، لاہور
۲۹۷،۳۵ مولانا محمد اسماعیل السّلفی
م۳۰ف فتاویٰ سلفیہ، ص: ۱۹۲۔ اسلامک پبلشنگ ہاؤس، لاہور۔
۲۹۷،۳۵ مولانا نور محمد
ن۸۷ت تلخیص تکفیری افسانے بریلوی فتوے، ص: ۲۰۸۔ طبع انجمن ارشاد المسلمین، لاہور۔
۲۹۷،۳۵ نظام الدین
ن۵۴ب بشارت برای اہل ایمان وتوحید مع وفتاویٰ علمائی ہندوستان، ص: ۲۴۔ مطبع نظام المطابع واقع مدارس مطبوع گردید۔
۲۹۷،۳۵ سیّد محمد نذیر حسین محدث دہلوی
ن۴۵۵ف فتاویٰ نذیریہ، ج: ۱،۲۔ مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس، دارالسلطنت، دہلی، (طبع قدیم)
۲۹۷،۳۵ مولانا سیّد محمد نذیر حسین محدث دہلوی
ن۴۵۵ف فتاویٰ نذیریہ، مبوب ومترجم، ج: ۲،۳۔ اہل حدیث اکادمی، کشمیری بازار، لاہور۔
۲۹۷،۳۶ مولانا ارشاد الحق اثری
ا۳۴۸ا اختلاف امت اور فرقہ واریت کا المیہ اور اس کا حل، ص: ۲۴۔ ادارہ ترجمان القرآن والسنہ، فیصل آباد۔
۲۹۷،۳۶ مولانا ارشاد الحق اثری
ا۴۳۸اح احادیث ہدایہ فنی وتحقیقی حیثیت، ص: ۹۵۔ ادارۃ العلوم اثریہ، فیصل آباد۔

۲۹۷،۳۶ مولانا ارشاد الحق اثری
ا۳۴۸اس اسباب اختلاف الفقہاء حقیقی ومصنوعی عوامل، ص: ۱۲۸۔ ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد۔

تقلید کے بارے میں:

۲۹۷،۳۶ حافظ محمد اسماعیل اسد
ا۴۲ف فرقہ واریت اور تقلید، ص: ۳۲۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث یوتھ فورس، فیصل آباد۔
۲۹۷،۳۶ ڈاکٹر رانا محمد اسحاق
ا۳۷۸/۷۳ ۷۳ فرقوں والی حدیث کا حقیقی مفہوم، ص: ۴۸۔ ادارہ اشاعت اسلام، ۴۰۸ گلشن بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور۔
۲۹۷،۳۶ محمد بن عبداللہ الظاہری السندی
ا۱۵۵م امام ابوحنیفہ کا تعارف محدثین کی نظر میں، ص: ۲۱۱، مکتبہ الاسلامیہ، کراچی۔
۲۹۷،۳۶ تقلید کے خوفناک نتائج، ص: ۴۸۱۔ شبان اہل حدیث، ضلع بہاولنگر۔
۲۹۷،۳۶ مولانا ثناء اللہ امرتسری
ث۷۲ق قاتلانہ حملہ کی تیسری یادگار مباحثہ تقلید شخصی، ص: ۴۴۔ اخبار اہل حدیث، امرتسر۔
۲۹۷،۳۶ محمد پالن حقانی گجراتی
ح۶۶ج جماعت اہل حدیث کا خلفائے راشدین سے اختلاف، ص: ۱۹۰۔ کتب خانہ شان، لاہور۔
۲۹۷،۳۶ مولانا محمد ابوالحسن
ح۱۴۱ظ الظفر المبین فی ردّ المقلدین، حصہ: اول، دوم۔ اہل حدیث اکادمی، لاہور۔
۲۹۷،۳۶ الشیخ محمد سلطان معصومی
خ۴۵۳پ پیغام حرم، ص: ۱۶۰۔ جمعیت اتحاد بین المسلمین، راولپنڈی۔

قاتل

کبھی بوئے چمن قاتل، کبھی بادِ صبا قاتل
بہت سے آچکے ہیں تجربے میں آشنا قاتل
خود اپنا ہی لہو منت پذیر دست قاتل ہے
کہاں لے آئے ہیں ہم رہرووٗں کو رہنما قاتل
بہر عنوان اب جام و سبو کی خیر ہو یا ربّ!
اُٹھے ہیں میکدے کی خاک سے خونیں قبا قاتل
کہاں ہو رقص بسمل کا تماشا دیکھنے والو
خود اپنے خونچکاں خنجر کی زد میں آگیا قاتل
جتنے ڈوبتے دیکھے تو ساحل بھی پکار اٹھے
الٰہ العلمیں! اس دَور میں ہیں نا خدا قاتل
فقیہانِ سیاست کو یقیناً کچھ خبر ہوگی
ہمارے شہر میں کس خاک سے آخر اُٹھا قاتل؟
وہ دن آنے کو ہے اور آرہا ہے لازماً شورش!
خدا کے قہر سے ہو جائیں بے دست و پا قاتل

(شورش کاشمیری)